نشو ونما کے مراحل

اسلامی تعلیم وتربیت کے پس منظر میں

تالیف:

ڈاکٹر خالد بن حامد الحازمی

مقدمہ:

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ ہم اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ اور (اپنے گناہوں کی) معافی چاہتے ہیں اور اپنے نفس کی شرارتوں سے اس کی پناہ چاہتے ہیں۔ جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

نشو و نما کے مراحل جن سے انسان گزرتا ہے، ان مراحل کا اہتمام اور ہر مرحلہ کی خصوصیات، جدید تحقیقات یا مغربی تحقیقات کا نتیجہ نہیں ہیں جیسا کہ کچھ لوگ اس کے بارے میں سوچتے ہیں، بلکہ قرآنی آیات اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام مراحل کی وضاحت کردی ہے جن سے جنین، رحم مادر میں گزرتا ہے، اسی طرح پیدائش کے بعد کے مراحل کی بھی وضاحت کردی جیسے بچپنا، جوانی، بڑھاپا پھر دھیرے دھیرے ضعیفی اور اس کے بعد ارذل عمری۔

کتاب و سنت میں ایسی اسلامی نصیحتیں ہیں جو ان مراحل کی اصلاح اور اسے گمراہی اور کجی سے بچانے کی رہنمائی فراہم کرتی ہیں، اسی طرح ان مراحل کے بارے میں بعض علماء سلف کی علمی کاوشیں بھی ہیں جیسے کہ امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس باب میں ایک بیش بہا رسالہ تصنیف کیا ہے جس کا نام ہے تنبیہ النائم الغمر علی مواسم العمر، اس کتاب میں مولف نے انسانی عمر کو پانچ مراحل میں تقسیم کیا ہے، اور وہ مراحل ہیں، بچپن، جوانی، بڑھاپا اور ارذل عمری، اسی طرح ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تحفۃ المودود میں بعض مراحل حیات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

یہ تجزیہ و مطالعہ جو قارئین کے سامنے ہے' وہ اوپر گزری ہوئی باتوں کی تاکید کی ایک کوشش ہے کہ اسلامی تعلیمات نے انسان کو اس کے مراحل حیات کے بارے میں بہت اہتمام سے رہنمائی عطا کی ہے، یہ رہنمائیاں

زندگی کے ہر ہر مرحلہ کے لئے مناسب ہیں نیز کچھ اور دوسری رہنمائیاں بھی ہیں جن کا انسان اپنی زندگی کے ہر مرحلہ میں ضرورت محسوس کرتا ہے۔

انسان اپنی پہلی نشو و نما کے مراحل میں اپنی ماں کے پیٹ میں مختلف حالتوں سے گزرتا ہے یہاں تک اس شکل و صورت تک پہنچ جاتا ہے جو اللہ اس کے لئے چاہتا ہے، اور یہ اللہ کی عظیم قدرت ہے نیز اس کی ربوبیت و الوہیت پر دلالت کرنے والے معجزات میں سے ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی اس مخلوق کی پہلی شکل و صورت کو مٹی میں اس کے جسم کے ملنے اور ریت کا ذرہ ہو جانے کے بعد لوٹانے پر قادر ہے، پاک ہے عظیم و برتر اللہ جس کی قدرت اس کی مخلوقات میں ظاہر ہوتی ہے، وہ ایک حقیر پانی سے نطفہ کی تخلیق کرتا ہے پھر وہ نطفہ خون کا لوتھڑا ہو جاتا ہے اور پھر وہ خون کا لوتھڑا گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا ٱلْإِنسَٰنَ مِن سُلَٰلَةٍ مِّن طِينٍ ﴿١٢﴾ ثُمَّ جَعَلْنَٰهُ نُطْفَةً فِى قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿١٣﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا ٱلنُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا ٱلْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا ٱلْمُضْغَةَ عِظَٰمًا فَكَسَوْنَا ٱلْعِظَٰمَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَٰهُ خَلْقًا ءَاخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ ٱللَّهُ أَحْسَنُ ٱلْخَٰلِقِينَ ﴿١٤﴾ ﴾

ترجمہ: یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا. پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا. پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا، پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا۔ پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیاں بنا دیں، پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا، پھر دوسری بناوٹ میں اس کو پیدا کر دیا۔ برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔ *سورہ مومنون آیات ۱۲ تا ۱۴*

نیز فرمایا:

﴿ هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوٓا۟ أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا۟ شُيُوخًا ۚ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ مِن قَبْلُ ۖ وَلِتَبْلُغُوٓا۟ أَجَلًا مُّسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ ﴾

ترجمہ: وہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا پھر تمہیں بچہ کی صورت میں نکالتا ہے، پھر (تمہیں بڑھاتا ہے کہ) تم اپنی پوری قوت کو پہنچ جاؤ پھر بوڑھے ہو جاؤ، تم میں سے بعض اس سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں (وہ تمہیں چھوڑ دیتا ہے) تاکہ تم مدت معین تک پہنچ جاؤ اور تاکہ تم سوچ سمجھ لو) * سورہ غافر، آیت نمبر: ٦٧

مزید ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِن كُنتُمۡ فِي رَيۡبٖ مِّنَ ٱلۡبَعۡثِ فَإِنَّا خَلَقۡنَٰكُم مِّن تُرَابٖ ثُمَّ مِن نُّطۡفَةٖ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٖ ثُمَّ مِن مُّضۡغَةٖ مُّخَلَّقَةٖ وَغَيۡرِ مُخَلَّقَةٖ لِّنُبَيِّنَ لَكُمۡۚ وَنُقِرُّ فِي ٱلۡأَرۡحَامِ مَا نَشَآءُ إِلَىٰٓ أَجَلٖ مُّسَمّٗى ثُمَّ نُخۡرِجُكُمۡ طِفۡلٗا ثُمَّ لِتَبۡلُغُوٓاْ أَشُدَّكُمۡۖ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰٓ أَرۡذَلِ ٱلۡعُمُرِ لِكَيۡلَا يَعۡلَمَ مِنۢ بَعۡدِ عِلۡمٖ شَيۡـٔٗاۚ ﴾

ترجمہ: لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہے تو سوچو ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے جو صورت دیا گیا تھا اور بے نقشہ تھا۔ یہ ہم تم پر ظاہر کر دیتے ہیں، اور ہم جسے چاہیں ایک ٹھہرائے ہوئے وقت تک رحم مادر میں رکھتے ہیں پھر تمہیں بچپن کی حالت میں دنیا میں لاتے ہیں پھر تاکہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچو، تم میں سے بعض تو وہ ہیں جو فوت کر لئے جاتے ہیں اور بعض بے غرض عمر کی طرف پھر سے لوٹا دیئے جاتے ہیں کہ وہ ایک چیز سے باخبر ہونے کے بعد پھر بے خبر ہو جائے۔ * سورہ حج، آیت نمبر: ٥ *

اور فرمایا:

﴿ * ٱللَّهُ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعۡفٖ ثُمَّ جَعَلَ مِنۢ بَعۡدِ ضَعۡفٖ قُوَّةٗ ثُمَّ جَعَلَ مِنۢ بَعۡدِ قُوَّةٖ ضَعۡفٗا وَشَيۡبَةٗۚ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُۖ وَهُوَ ٱلۡعَلِيمُ ٱلۡقَدِيرُ ٥٤ ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا پھر اس کمزوری کے بعد توانائی دی، پھر اس توانائی کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، وہ سب سے پورا واقف اور سب پر پورا قادر ہے۔ * سورہ روم، آیت نمبر: ۵۴ *

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انسان کا نطفہ ماں کے پیٹ میں چالیس دن اور راتوں تک جمع رہتا ہے پھر وہ خون کی پھٹکی بن جاتا ہے، پھر وہ گوشت کا لوتھڑا ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد فرشتہ بھیجا جاتا ہے اور اسے چار چیزوں کا حکم ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اس کی روزی، اس کی موت، اس کا عمل اور یہ کہ وہ بدبخت ہے یا نیک بخت لکھ لیتا ہے"۔

[صحیح بخاری (۲/۴۲۴) حدیث نمبر: ۳۲۰۸۔ صحیح مسلم (۴/۲۰۳۶) حدیث نمبر (۱/۲۶۴۳)]۔

قرآنی آیات نے ان مراحل کو واضح طور سے بیان کر دیا ہے جن سے انسان رحم مادر میں گزرتا ہے، پھر ولادت کے بعد وہ بچپن پھر جوانی پھر دھیرے دھیرے کمزوری کی طرف منتقل ہوتا جاتا ہے تاکہ وہ بڑھاپے میں داخل ہو جائے یہاں تک کہ پھر وہ ارذل عمری تک پہنچ جاتا ہے جب تک کہ اللہ اسے موت نہ دے، تاکہ وہ اپنے علم و فہم، نصیحت اور ہدایت میں سے کسی چیز کو نہ جانے جن کو وہ پہلے جانتا تھا۔

ماہرین تربیت نے انسان کے بچپن سے لے کر بڑھاپے تک کی نشو و نما کے مراحل کو بہت اہتمام سے بیان کیا ہے، تاکہ ہر مرحلہ کی خصوصیات نیز جسمانی، نفسیاتی، ذہنی، جذباتی اور تعلیمی قدرت کی علامات کی معرفت حاصل کی جاسکے، اور ایسا اس لئے تاکہ ان کی معرفت سے استفادہ کیا جاسکے ان طریقہ تربیت و تعلیم کو وضع کرنے جو کہ ہر مرحلہ کے لئے موزوں اور مناسب ہو، اس خصوصیات طبیعت اور اس کے رجحان کے مطابق ، کیوں کہ توجیہ وارشاد اور تربیت کا کاز آسان ہوسکے، اس لئے کہ کسی چیز کی خصوصیات سے آگاہ ہونے کے بعد سے اس کے ساتھ تعامل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

وہ مراحل جن سے انسان اپنی زندگی میں ولادت سے بڑھاپے تک گزرتا ہے ان کی وضاحت کی جائے گی، وہ مراحل منجملہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱ -رضاعت کا مرحلہ

۲ -پرورش کا مرحلہ

۳ -تمیز کا مرحلہ

۴ -بلوغت کا مرحلہ

۵ -جوانی، طاقت اور دانشمندی ہ کا مرحلہ

۶ -بڑھاپا۔

میں اللہ سے اس کو بیان کرنے توفیق مانگتا ہوں۔

ڈاکٹر خالد حامد الحازمی

مرحلہ رضاعت

مرحلہ رضاعت کا مفہوم:

یہ وہ مرحلہ ہے جس میں بچہ اپنی غذا کے لئے ماں کے دودھ پر منحصر ہوتا ہے، مرحلہ رضاعت کا آغاز بچہ کی پیدائش کی تاریخ سے ہوتا ہے اور بچے کی عمر کے دو سال مکمل ہونے تک یہ مرحلہ رہتا ہے، یعنی اس کی مدت دو سال ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَٱلۡوَٰلِدَٰتُ يُرۡضِعۡنَ أَوۡلَٰدَهُنَّ حَوۡلَيۡنِ كَامِلَيۡنِۖ لِمَنۡ أَرَادَ أَن يُتِمَّ ٱلرَّضَاعَةَۚ﴾

ترجمہ: مائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلائیں جن کا ارادہ دودھ پلانے کی مدت بالکل پوری کرنے کا ہو۔

مرحلہ رضاعت کی خصوصیات:

یہ مرحلہ اس اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ اس مرحلہ میں جنین رحم مادر سے نکل کر ایک ایسی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے جو اس کے لئے اس سے پہلے مانوس نہیں ہوتی ہے، بایں طور کہ غذا، معاملہ اور شفقت و محبت کے ذریعے اس پر خاندانی اثرات کا آغاز ہوتا ہے "ولادت کے بعد بچوں پر توجہ دیناضروری ہے، اور ان کے لئے خوف کھانا بھی زیادہ اہم ہے کیوں کہ ٹہنیاں اور شاخ جب تک درخت سے وابستہ رہتی ہیں تب تک آندھی و طوفان اسے ہلاتی ضرور رہتی ہیں البتہ اسے درخت سے جدا نہیں کر پاتی ہیں، اور جیسے ہی ٹہنیاں اور شاخ درخت سے جدا ہوتی ہیں اور دوسری جگہ وہ لگائی جاتی ہیں تو آفتیں اسے لاحق ہو جاتی ہیں، اور ذرا سی چلنے والی ہوا بھی اسے اکھاڑ پھینکنے پر لگ جاتی ہیں " ۔

[تحفة المودود بأحكام المولود، ابن قيم الجوزية، ص ۱۷۱]

" جنین جب رحم مادر کو چھوڑتا ہے تو وہ ایک عادی اور مانوس ماحول سے یکبارگی نکل پڑتا ہے اور اس منتقلی کی شدت کا اثر اس پر بالتدریج منتقل ہونے سے زیادہ ہوتا ہے"۔[حوالہ سابق: ۱۷۱]

بچے کے لئے اخلاقی پہلو کشید کرنے کے سب سے اہم و موثر ذرائع میں سے ایک ذریعہ مرحلہ رضاعت ہے۔

ماہرین تربیت نے یہ ثابت کیا ہے کہ بچہ دودھ پلانے والی کے دودھ نیز اس کے دودھ کے ذریعے اس کے اخلاق سے بھی متاثر ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اچھے عادات و اطوار والی، نیک طینت اور تقوی گزار عورت کا انتخاب کرنا چاہئے، ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: ابن عبد اللہ فاجرہ اور مشرکہ عورتوں سے دودھ پلوانے کو ناپسند کرتے تھے، عمر بن خطاب و عمر بن عبد العزیز رضی عنھما سے مروی ہے کہ: دودھ کا اثر ہوتا ہے، لہذا تم لوگ یہودی، نصرانی اور زانیہ عورت سے دودھ نہ پلوایا کرو، دودھ پلانے کے لئے ذمی مسلمان عورت کو بھی قبول نہیں کیا جائے گا، ان کے عقل و شعور کو بھی اس معاملے میں م(یہاں پہ چھوٹا ہے)، اس لئے کہ فاجرہ عورت کا دودھ فسق و فجور میں بچے کو اسی کے مشابہ کر دیتا ہے نیز وہ بچے کی ماں کے قائم مقام ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے بچہ کو شرمندگی اور نقصان اٹھانا پڑ سکتا ہے فطری طور پر بھی اور اخلاقی ناحیہ سے بھی، مشرکہ سے دودھ پلانے کی وجہ سے وہ بچے کی ماں بن جاتی ہے، اپنے شرک کے باوجود وہ ماں کی حرمت میں داخل ہو جاتی ہے، اور بچہ بس اوقات اس کے دین کی محبت میں بھی اسی کی طرف مائل ہو جاتا ہے، بے وقوف عورتوں سے دودھ پلانا مکروہ ہے تاکہ بچہ حماقت میں اس کی طرح نہ ہو جائے کیوں کہ کہا جاتا ہے " رضاعت، فطرت کو بدل دیتی ہے، واللہ اعلم" ۔

[ابن قدامہ، المغنی، جلد۹ص۲۲۸]

ضروری یہ ہے کہ حرام دودھ سے بچے کو بچانے پر توجہ دی جائے، خواہ دودھ کی قیمت حرام ہو یا دودھ پلانے والی حرام کھانے سے اجتناب نہ کرتی ہو، امام غزالی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:"حرام ذرائع سے حاصل دودھ میں

کوئی برکت نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا ہے تو بچہ کی فطرت خبیث چیزوں سے پرورش پانے لگتی ہے لہذا بچہ خبیث چیزوں کی طرف مائل ہونے لگتا ہے"۔ [احیاء علوم الدین ج۳، ص۷۱]

جس طرح بری رضاعت کا منفی اثر ہوتا ہے اسی طرح اچھی رضاعت کا بچے کے اخلاق وبرتاو پر مثبت اثر پڑتا ہے، اس لئے مشفق ونیک مائیں، اپنے بچوں کو گود لیتی ہیں ۔ تو اطمئنان وسکون کے ساتھ اسے جذباتی غذا بھی فراہم کرتی ہیں اور جب دودھ پلاتی ہیں تو اسے نفع بخش مادی غذا بھی فراہم کرتی ہیں (حوالہ نمبر ایک: حمل کے آخری اور رضاعت کی ابتدا میں پستان سے زردی مائل سفید مائع نکلتا ہے، یہ اللہ کی عجیب کاریگری ہے کہ یہ مائع ایسے کیمیائی اور دفاعی عناصر پر مشتمل ہوتے ہیں جو بچے کو متعدی امراض سے بچانے کا کام کرتے ہیں، پیداش کے اگلے دن دودھ بننا شروع ہوتا ہے، پہلے مرحلہ میں تو یہ کم غذائی اور گلوکوز والے اجزا پر مشتمل ہوتے ہیں پھر اس کے عناصر بڑھنے لگتے ہیں اور غذا، گلوکوز اور چکنائی کی مقدار دھیرے دھیرے اس میں بڑھنے لگتی ہے۔ [دیکھئے: فی ظلال القرآن، ج٦، ص۳۴۳۸]

رضاعت، بچے کا ماں سے جڑنے کا ذریعہ ہے، وہ ماں کی گود میں اور اس کی بانہوں میں اطمنان وراحت محسوس کرتا ہے۔

"رضاعت، صرف بچے کو غذا فراہم نہیں کرتی اور نہ صرف اس کے اعضاء کو توانا کرتی ہے بلکہ رضاعت اس کی محبت وشفقت اور حمایت کی پیاسی روح کو بھی سیراب کرتی ہے "۔

[الأمومة فی القرآن و السنة النبوية، ص۱۵۰، محمد سيد الزعبلاوي]

اسی لئے بچہ ذہنی اطمنان وراحت کو محسوس کرتا ہے جو اس کے معتدل مزاج اور معتدل عادات وسلوک کا مالک بناتی ہے، کیوں کہ وہ منفی اثرات رکھنے والی چیزوں سے دور ہوتا ہے جیسے، رضاعت سے محروم ہونا یا دوسرے باہری غذائی مواد سے پرورش پانا۔

-اس مرحلہ میں دودھ پیتا بچہ اپنے احساسات و تکالیف کو لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا ہے، لیکن اس کا انحصار رونے پر ہوتا ہے نیز وہ اپنے ہاتھ کو یا اپنے انگوٹھے کو تکیف والی جگہ پر رکھتا ہے۔ [تحفۃ المودود ص ۱۷۰- ۱۷۱]

-اس مرحلہ کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ بچہ خوفناک مناظر اور گھبرادینے والی حرکات سے بہت جلد متاثر ہو جاتا ہے، اور یہ چیز بسا اوقات اس کی عقل کو خراب کر دیتی ہے۔

-یہ مرحلہ اس لئے بھی ممتاز ہے کہ اس میں بچے کا بدن کمزور ہوتا ہے کیوں کہ اسے ماں کے پیٹ سے نکلے ذراہی وقت گزرا ہوتا ہے، اسی وجہ سے اس کے پاؤں میں کمزوری وناتوائی لاحق ہوتی ہے، اسی لئے انہیں لئے پھرنا مناسب نہیں ہے یہاں تک وہ تین مہینے کے ہو جائیں۔

-اس مرحلہ میں بچے دودھ پینے کے لئے بہت روتے چیختے ہیں، خاص طور پر جب وہ بھوکے ہوں، والدین پر بچوں کا رونا گراں نہ گزرے کیوں بچے کو اس رونے کا بہت فائدہ ہوتا ہے، اس کے اعضاء پروان چڑھتے ہیں، اس کی آنت کشادہ ہوتی ہے، سینہ چوڑا ہوتا ہے اور دماغ مضبوط ہوتا ہے اور مزاج کی حفاظت ہوتی ہے، معدہ اور پیٹ حرکت کرتے ہیں تا کہ اس سے فضلات نکل جائیں، اسی طرح رونا دماغ کے خلیوں سے فضلات کو نکالنے کا ذریعہ ہے۔

-اس مرحلہ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ یکبارگی بچے کا دودھ چھڑانا مشکل ہوتا ہے اسی لئے مناسب یہ ہے کہ آہستہ آہستہ دودھ چھڑایا جائے، کیوں کہ اچانک سے کچھ کرنا طبیعت کے منافی ہے [1]، اور کبھی کبھی ایسا کرنے کی وجہ سے بچہ پستان کی بجائے اپنی انگلیوں کو چوسنے لگتا ہے۔

---

[1] حوالہ سابق، ص ۱۴۰-۱۴۲

اس مرحلہ کے لئے اسلامی رہنمائیاں :

ماں کے پیٹ سے بچے کے نکلتے ہی اسلام نے اس کی اخلاقی تربیت کا بہت اہتمام کیا ہے، بایں طور کہ اسے نگرانی اور اسلامی آداب کا تحفہ دیا ہے، چناچہ پہلی آواز جو بچے کے کان میں جاتی ہے وہ کلمہ توحید ہے، حضرت عبد اللہ بن ابی رافع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ :(میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حسن بن علی جب فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہم سے پیدا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن کے کان میں نماز کی اذان کی طرح اذان دی)۔[ابو داؤد، حدیث نمبر،۱۴۰۵]

امام ابن قیم رحمہ اللہ، اذان کے فائدہ کے بارے میں کہتے ہیں "اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اذان کی تاثیر بچے کے دل تک پہنچتی ہے اور وہ اذان سے متاثر ہوتا ہے اگر چہ اسے شعور نہیں ہوتا ہے، ساتھ ہی اذان کے دوسرے فوائد بھی ہیں جیسے شیطان اذان کے کلمات سے بھاگتا ہے"۔ [تحفۃ المودود ص ۲۲]

تحنیک: پھر بچے کو کھجور سے گھٹی دی جائے گی کیوں کہ ایسا کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت سے ثابت ہے، حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :(میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، میں اس کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور اس کو ایک کھجور (کے دانے) سے گھٹی دی)۔[صحیح بخاری،۵۴٦۷]

تحنیک (گھٹی دینا) یہ ہے کہ کوئی چیز چبا کر بچے کے منہ میں ڈالی جائے اور اس کے ذریعے اس کی تحنیک کی جائے ، ایسا بچے کے ساتھ اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ بچے کو کھانے کی مشق ہو جائے نیز وہ کھانے پر قادر ہو جائے، سب سے پہلے تر کھجور سے گھٹی دی جائے گی، اگر تر کھجور میسر نہ ہو تو پھر خشک کھجور سے گھٹی دی جائے گی، اگر خشک کھجور نہ ہو تو پھر کسی میٹھی چیز سے اور شہد گھٹی دینے کے لئے دوسری چیزوں سے زیادہ بہتر ہے۔[فتح الباری، ج،۹ص۵۸۸]

ایسا کرنے کی حکمت شاید یہ ہے کہ بچہ جب گھٹی میں چبائی ہوئی چیز کے لئے زبان کو حرکت دیتا ہے تو اس سے منہ کے رعشے مضبوط ہوتے ہیں یہاں تک کہ نومولود رضاعت کے عمل اور دودھ چوسنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے"۔ [قصۃ الھدایۃ، ص، ۴۲۵]

عقیقہ: نومولود کی آمد کی خوشی کے اظہار کے لئے اس کی طرف سے عقیقہ کرنا اسلامی اخلاق ہے، ام کرز کعبیہ رضی اللہ عنھا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"(عقیقہ میں) لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے، بکریوں کا مذکر یا مؤنث ہونا تمہارے لیے نقصان دہ نہیں"۔ [سنن أبو داود، ۲۸۳۶]

سر سے تکلیف کو دور کرنا (سر منڈوانا): یہ بھی نومولود سے متعلق اسلامی آداب میں سے ہے کہ نومولود کے سر سے پیدائش کے ساتویں دن تکلیف کو دور کیا جائے، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ (اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں دن حسن اور حسین کا عقیقہ کیا اور ان کا نام رکھا، اور یہ حکم دیا کہ ان کے سروں سے تکلیف کو دور کیا جائے)۔ [مستدرک حاکم (۴/ ۲۳۷)]

نام رکھنا: جن مکارم اخلاق کے ذریعے بچے کا استقبال کیا جاتا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بچے کا اچھا نام رکھا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛" آج رات میرا ایک بیٹا پیدا ہوا ہے جس کا نام میں نے اپنے والد کے نام پر ابراہیم رکھا ہے " ۔ [صحیح مسلم ۴/ ۱۸۰۷]

نیز فرمایا:"تمہارے ناموں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمان ہیں"۔

چونکہ ناموں کے معانی بھی ہوتے ہیں اس لئے حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ نام اور معانی کے درمیان ربط و مناسبت رہے بلکہ ناموں کا اثر مسمیات پر ہوتا ہے اور مسمیات حسن و قباحت' نازکی اور ثقالت' لطافت اور کثافت میں اپنے ناموں سے متاثر ہوتا ہے۔

وقلما أبصرت عيناك ذا لقب　　　　إلا ومعناه إن فكرت في لقبه

ترجمہ: بہت کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ تمہاری آنکھیں کسی ایسے انسان کو دیکھے جو کسی لقب سے ملقب ہو لیکن اس کا معنی اس کے لقب میں ہی مضمر ہوتا ہے جو کہ غور کرنے کے بعد سمجھ میں آجاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن نام پسند تھا۔[زاد المعاد، ج،۲ص،۳۲۶]

نام رکھنے کے وقت کی بابت بہت سی احادیث میں یہ بات آئی ہے کہ آپ نے کچھ بچوں کے نام ان کی پیدائش کے دن دوپہر تک رکھ دیا تھا، بہت سی احادیث ساتویں دن نام رکھنے کے تعلق سے بھی آئی ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک باب اس نام سے قائم کیا ہے کہ:تسمية المولود غداة يولد لمن لم يعق عنه و تحنيكه، اس میں ایک باریک تطبیق پائی جاتی ہے کہ جو شخص بچے کا عقیقہ نہ کرنا چاہے وہ نام کو ساتویں دن تک موخر نہ کرے، اور جو بچے کا عقیقہ کرنا چاہتا ہو تو وہ پھر ساتویں دن تک نام رکھنے کو موخر کردے۔

[فتح الباری ج۹ص۳۲۶]

ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: پیدائش کے دن بھی بچے کا نام رکھنا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ پیدائش کے تیسرے دن تک نام رکھنے کو موخر کیا جائے، عقیقہ کے دن تک بھی نام رکھنے کو موخر کرنا جائز ہے، اس مسئلہ میں کشادگی پائی جاتی ہے۔　　　[تحفۃ المودود ص ۷۱]

ختنہ کرنا: بچے کے اخلاق سے متعلق جن باتوں پر توجہ دیناضروری ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کا ختنہ کیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(فطری (پیدائشی) سنتیں پانچ ہیں، ختنہ کرنا، زیر ناف کے بال صاف کرنا* زیر ناف کے بال استرے سے صاف کرنا۔ [النھایۃ ا/۳۵۳]

مونچھ کترنا، ناخن تراشنا، اور بغل کے بال اکھیڑنا)۔ [صحیح بخاری: ۵۸۹۱]

ولی پر یہ واجب ہے کہ وہ بچے کا ختنہ اس کی بلوغت سے پہلے کر دے، کیوں کہ یہ ایسا کام ہے کہ اس کے بغیر واجب کی ادائیگی ممکن نہیں ہے "ختنہ، صفائی ستھرائی، خوبصورتی، عمدہ جسمانی بناوٹ اور شہوت کو اعتدال میں رکھنے کا ذریعہ ہے، شہوت جب حد بڑھ جاتی ہے تو انسان حیوانوں سا ہو جاتا ہے، اور اگر شہوت بالکل ہی ختم ہو جائے تو انسان جمادات کے جیسا ہو جائے گا، ختنہ شہوت کو اعتدال میں رکھتا ہے، اسی لئے تم پاوگے کہ وہ مرد و عورت جن کا ختنہ نہیں ہوا، جماع سے ان کا دل ہی نہیں بھرتا ہے"۔ [تحفۃ المودود ص ۱۱۴-۱۱۵]

شاید ختنہ جنسی میلان کے معاملے انسان کے اخلاقی برتاو کو معتدل رکھتا ہے، نہ اس کی شہوت اس پر غالب آکر اسے اپنا غلام بناتی ہیں اور نہ ہی وہ اپنی شہوت پر غالب آتا ہے جس کی وجہ سے وہ نکاح سے متنفر ہو جائے اور تناسل کی صلاحیت ناپید ہو جائے، کوئی افراط و تفریط نہیں ہے، یہ چیز مزاج کو معتدل اور معاملات کو بغیر جلد بازی کئے ہوئے حل کرنے میں انسان کی مدد کرتی ہے، نیز یہ انسان کے سلوک پر بھی اثرانداز ہوتی ہے، واللہ اعلم۔

اس مرحلہ میں اسلام کی بے پناہ توجہ عیاں ہو رہی ہے ان آداب کے ذریعے جو بچے کی اخلاقی نشو و نما میں موثر ہیں جیسے رضاعت، تحنیک، عقیقہ، نام رکھنا، اذان دینا اور ختنہ کرنا، یہ اسلامی تربیت کی خصوصیات ہیں جو مسلمانوں کے اخلاق نیز دوسرے کئی اسلامی شخصی امور میں دوسروں سے ممتاز ہیں۔

تربیتی تطبیقات :

-بچے کو گھٹی دینے، اس کے داہنے کان میں اذان دینے، اور ساتویں دن اگر لڑکا ہے تو اس کی طرف سے دو بکریاں اور اگر لڑکی ہے تو اس کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کرنے نیز ختنہ کرنے میں سنت نبویہ کے بتائے ہوئے طریقہ کا اہتمام کیا جائے، نیز اس بات کا بھی اہتمام ہو کہ بچہ ماں کی چھاتی سے ہی دودھ پیئے، پاوڈر والے ڈبے کے دودھ پر بچہ منحصر نہ ہو، ہاں اگر کوئی اضطراری ضرورت ہو اور ماں کے دودھ کا بدل نہ مل سکے تو پھر ایسا کیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ ماں کے دودھ میں تمام غذائی اجزاء بھرپور طور پر پائے جاتے ہیں، ماں کے دودھ کے علاوہ دودھ میں یہ سب نہیں ملتا ہے۔

-اگر رضاعت کا معاملہ ماں کے علاوہ کسی اور سونپنا ہے تو پھر نیک، متقی دودھ پلانے والی عورت کو اختیار کیا جائے۔

- ممکن ہے ان امور کا اہتمام کرنے سے صحت مند جسم پروان چڑھنے کے ساتھ بچے کی اخلاقی افزائش پر بھی اس کا اثر پڑے، اس لئے کہ جسم کی سلامتی، عقل کی سلامتی کا ذریعہ ہے اور عقل کا، انسان کے سلوک و معاملات میں بڑا اثر ہوا کرتا ہے۔

-ان امور کی انجام دہی کی بناپر معاشرہ کی تربیتی توجیہ میں آپ اہم رول ادا کرسکتے ہیں۔

پرورش کا مرحلہ:

پرورش کا مفہوم :

پرورش کا لغوی معنی: ابن منظور کہتے ہیں: حضانت (پرورش) کا لفظ اس وقت بولتے ہیں جب پرندہ اپنے انڈے کو خود سے چمٹا کر اپنے پروں کے نیچے رکھے، اسی طرح یہ لفظ انسان کے لئے اس وقت استعمال ہوتا ہے جب عورت اپنے بچے کو گود میں لے، حضن کا معنی بچے کی پرورش کرنا ہے، اسے حضانۃ یعنی پرورش اس لئے کہتے ہیں کہ مربی اور کفیل بچے کو اپنی گود میں چمٹا لیتا ہے۔[لسان العرب، ج ۱۲، مادۃ حضن، ص ۱۲۳]

اصطلاح میں حضانت (پرورش) کی تعریف: "حضانت (پرورش) بچے کو نقصاندہ چیزوں سے بچانا اور اس کے لئے مفید کاز کو انجام دینا ہے جیسے اس کے سر اور کپڑے کو دھونا، اسے تیل سرمہ لگانا، گود میں اسے رکھنا اور اسی طرح کی دوسری چیزیں، نیز سلانے کے لئے اسے جھولا جھلانا اور اسی طرح بچے کے لئے مفید کام کو انجام دینا بھی حضانت میں شامل ہے"۔ [منار السبیل ج ۲ ص ۲۷۹]

جُرجانی کہتے ہیں: حضانت بچے کی تربیت کو کہتے ہیں۔ [التعریفات، ص ۸۸]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ بچہ اس مرحلہ میں دوسری جگہوں سے زیادہ ماں کی گود اور تربیت کا محتاج ہوتا ہے، معنی کا تعلق اس مرحلہ سے ہے جس سے بچہ گزرتا ہے۔ [المغنی لابن قدامۃ، ج ۹ ص ۲۹۸]۔

اس میں ابن قدامہ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ اگر پرورش کے لئے لازم وضروری شروط ماں کے اندر پائے جائیں تو پھر ماں اوروں سے زیادہ بچے کی پرورش کی حق دار ہے۔ *حوالہ نمبر چار *

یہ مرحلہ تین سال کی عمر سے لے کر چھ سال کی عمر مکمل ہونے تک ہے۔

مرحلہ حضانت کی تعریف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مرحلہ حضانت میں مرحلہ رضاعت بھی داخل ہے، مرحلہ رضاعت، مرحلہ حضانت سے الگ نہیں ہے، جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں یہ معتمد ہے، لیکن مرحلہ کی یہ تحدید تربیتی ناحیہ سے ہے، کیوں کہ مرحلہ رضاعت متعین و مخصوص خصوصیات کا حامل ہے، اور اس مرحلہ کی دوسری متعین خصوصیات ہیں، میں نے فقہ اسلامی سے یہ لفظ لے کر اسے استعمال کیا ہے۔

اس مرحلہ کی خصوصیات :

اس مرحلہ میں بچے کی سمجھ بوجھ اور اجتماعی اخلاق اخذ کرنے کی طاقت ظاہر ہوتی ہے، اس کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوتا ہے، اسی مرحلہ میں بچہ اپنے اردگرد والوں کی نقل کرنے لگتا ہے، خاص طور سے افراد خانہ کے عادات و اطوار کی تقلید کرنے لگتا ہے، چنانچہ بچہ اپنے افراد خانہ کے سلوک، افکار، زبان، دین اور اخلاق سے متاثر ہو جاتا ہے، اسی لئے اخلاقی نشوونما کے عمل میں یہ مرحلہ بہت اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے کیوں کہ اس میں بچے کی فطرت پر اثر انداز ہونے میں افراد خانہ کا رول ظاہر ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی (وغیرہ) بنا دیتے ہیں جیسا کہ اونٹوں سے صحیح سالم بچے پیدا ہوتے ہیں، کیا تم ان میں سے کوئی کان کٹا یا ناک کٹا دیکھتے ہو؟"۔[صحیح بخاری، ۱۳۸۵]

مزید فرمایا:"ہر بچہ ملت پر پیدا ہوتا ہے"۔ [صحیح مسلم(۲۲/ ۲۶۵۸)]

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:(یہ واضح بات ہے کہ بچہ ملت اسلام پر پیدا ہوتا ہے)۔

[درء تعارض العقل والنقل ج۸ ص۲۶۶]

اس سے اس بات کی تاکید ہو رہی ہے کہ بچے کی دینی واخلاقی تربیت میں خاندان کے رول کی اہمیت ہے، خیر و شر کا جو مفہوم بڑے سمجھتے ہیں بچوں کے لئے وہ مفہوم الگ ہوتا ہے، چھوٹے بچے کی نظر میں اچھائی ان

چیزوں سے عبارت ہے جن کو انجام دینا اس کے لئے آسان بنایا جائے (چھوٹے بچے کی نگاہ میں اچھائی کا معیار یہ ہے کہ اسے انجام دیا جائے) اور برائی ان کی نظر میں وہ اعمال ہیں جن کو انجام دینے سے بڑے راضی نہ ہوں، خاص طور سے اس کی ماں راضی نہ ہو۔ [الأمومۃ فی الکتاب والسنۃ ص ۲۸]

بچے کے ساتھ والدین کے تعلق کا بچے کی عادات و اطوار پر بڑا گہرا اثر ہوتا ہے، جب بھی والدین بچے سے دور ہوں وہ عدم تحفظ اور خوف کے احساسات میں مبتلا ہو جاتا ہے نیز اس احساس کا بھی شکار ہو جاتا ہے کہ والدین اس سے محبت نہیں کرتے ہیں، اسی لئے ہم بچے سے دوری کی حالت میں یہ جذباتی سوال سنتے ہیں کہ کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟ یہ سوال جذباتی لگاؤ کے ثبوت کے لیے کیا جاتا ہے۔

اسی لئے "بچے کی اخلاقی نشو و نما کا دار مدار، بچے کے ساتھ والدین، افراد خانہ، رشتہ داروں کے تعلق نیز معاشرتی ماحول پر ہے"۔ [الأسس النفسیۃ للنمو، ص ۴۲۳]

اس سے اس کی تائید ہو رہی ہے کہ جب تک خادماؤں کے اندر اچھائی اور تقوی کے شروط مکمل نہ پائے جائیں نیز اس بات کی تاکید نہ ہو جائے کہ بچوں کے تئیں ان کی شفقت و محبت سلامت ہے تب تک ان پر کلی اعتماد کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے کیوں کہ جو بچوں پر شفقت نہیں کرتی ہیں تو وہ عموما بچوں کی تربیت بھی نہیں کر پاتی ہیں، اور کبھی تو وہ سدھارنے کی بجائے بچوں کی عادات کو بگاڑ ہی دیتی ہیں۔

اس مرحلہ کے لئے اسلامی راہنمائیاں :

اسلام نے اس مرحلہ کا بہت زیادہ اہتمام کیا ہے، چناچہ بچے کی کفالت اور پرورش واجب ہے کیوں کہ اگر پرورش نہ کی جائے تو بچہ ہلاک وبرباد ہو جائے گا اسی لئے ہلاکت سے اسے بچانا ضروری ہے، اسی طرح بچے پر خرچ کرنا بھی واجب ہے، نیز اگر کوئی فاسق یا کم عقل ہو تو پرورش کا حق اس سے ساقط ہو جائے گا کیوں وہ پرورش کے تیئں واجب کی ادائیگی کے لئے ناقابل بھروسہ ہے، ماں اگر پرورش کی اہل نہ ہو تو پھر وہ بھی معدوم کے حکم میں ہے، اور اس کے بعد جو مستحق ہو اس کی طرف پرورش کا حق منتقل ہو جائے گا، اگر والدین میں سے دونوں پرورش کرنے کے لائق نہ ہوں تو پھر وہ معدوم کے حکم میں ہیں اور پرورش کا حق ان کے بعد والوں کی طرف منتقل ہو جائے گا، پرورش کرنے والے کا پرورش کا اہل ہونا ضروری ہے، اور ایسا بچے کو انحراف سے بچانے کے لئے ہے۔

اسی طرح اس مرحلہ میں بچہ جذباتی نشو ونما کا بھی محتاج ہوتا ہے کہ دیکھ بھال اور لاڈ پیار کے ذریعہ ان سے محبت کا بھی اظہار کیا جائے، تاکہ یہ محبت مستقبل کے لیے اسے اس بات کا قائل کر دے کہ وہ محبت کرنے والے کی نصیحت قبول کرنے لگے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ فرماتے تھے اور ان کو سلام کیا کرتے تھے، حضرت یعلی بن مرہ سے مروی ہے کہ: (ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے کی ایک دعوت میں نکلے، دیکھا تو حسین رضی اللہ عنہ) گلی میں کھیل رہے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے آگے نکل گئے، اور اپنے دونوں ہاتھ پھیلا لیے، حسین رضی اللہ عنہ بچے تھے، ادھر ادھر بھاگنے لگے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ہنسانے لگے، یہاں تک کہ ان کو پکڑ لیا، اور اپنا ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا

سر پر رکھ کر بوسہ لیا، اور فرمایا: ”حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں، اللہ اس سے محبت رکھے جو حسین سے محبت کرتا ہے، حسین قبائل میں سے ایک قبیلہ ہیں)۔

[حدیث کا حوالہ: سنن ترمذی ۳۷۷۵]

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ :(رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن بن علیؓ کا بوسہ لیا جب کہ آپ کے پاس حضرت اقرع بن حابس تمیمیؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے حضرت اقرعؓ نے کہا: میرے دس بیٹے ہیں میں نے ان میں کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا پھر فرمایا: ”جو کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا"۔ [صحیح بخاری ۵۹۹۷]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت محض اپنے نواسوں پر موقوف نہیں تھی بلکہ آپ اپنے دونوں نواسوں کے علاوہ دیگر بچوں سے بھی محبت کرتے تھے ، انسان کو ایسا ہی ہونا چاہئے ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ :(رسول اللہ ﷺ کے پاس بچوں کو لایا جاتا تھا، آپ ﷺ ان کے لیے برکت کی دعا فرماتے اور ان کو گھٹی دیتے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک بچہ لایا گیا، اس نے آپ ﷺ پر پیشاب کر دیا تو آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور اس کے پیشاب پر بہادیا اور اسے (رگڑ کر) دھویا نہیں)۔ [صحیح بخاری، ۶۳۵۵]

یہ رعایت والدین کے تئیں اور بچوں پر نرمی کرنے والوں کے تئیں انہیں محبت کرنے والا بنا دیتی ہے، لہذا بچہ ان کی نصیحتوں کو قبول کرنے میں رغبت رکھتا ہے اور ان سے اختلاف کرنے کو ناپسند کرتا ہے، گویا کہ وہ ایسی بنیاد ہے جس پر اخلاقی نشو و نما سے متعلق اسلامی توجیہات قائم ہیں۔

چونکہ بچے کی سمجھ بوجھ کی طاقت کی وجہ سے اس کے لئے نصیحتوں کو قبول کرنا ممکن ہو جاتا ہے تو یہ بھی ممکن ہے کہ اس مرحلہ کے اختتام پر بچہ اپنی طاقت و قدرت کے بقدر قرآن کی چند سورتیں یاد کر لے، کیوں کہ قرآن کریم دستور حیات ہے۔

اس مرحلہ میں بچہ حفظ کرنے کی طاقت رکھتا ہے اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ ہم اپنے موجودہ زمانہ میں دیکھ رہے ہیں کہ بہت سے بچوں نے سات سال کی عمر سے پہلے قرآن کی بعض سورتوں کو حفظ کرلیا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں جب سات سال کا تھا تو میں نے قرآن حفظ کرلیا اور جب میں نے موطا یاد کیا اس وقت میں دس سال کا تھا۔ [طبقات الحفاظ، سیوطی، ص ۱۵۴]

سہل بن عبداللہ تستری کہتے ہیں: میں کاتبوں کے پاس گیا، قرآن سیکھا اور اسے حفظ کیا اس وقت میں چھ سال یا سات سال کا تھا۔ [احیاء علوم الدین ج ۳ ص ۷۳ الغزالی]

اس مرحلہ میں بچوں کو قرآن یاد کرنے کی تربیت دینا اہم ہے تاہم تعلیمی ناحیہ کے مطابق زیادہ دیر تک انہیں اس پر نہیں ابھارنا چاہئے، بچے کی طاقت کے بقدر ہی انہیں قرآن یاد کرنے پر ابھارنا چاہئے، کیوں کہ بچہ اس مرحلہ میں کھیل کود کی طرف مائل رہتا ہے اسی لئے "بچے کو کھیل کود سے روکنا اور ہمیشہ اس پر پڑھنے کے لئے زور و زبردستی کرنا اس کے دل کو مردہ کر دیتا ہے اور اس کی ذکاوت کو ختم کر دیتا ہے، زندگی اس پر تنگ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ وہ کلی طور پر اس سے چھٹکارے کی راہ تلاشنے لگتا ہے"۔

[حوالہ سابق ج ۳ ص ۷۳]۔

اس مرحلہ کے آغاز میں اس بات کا اہتمام کرنا چاہئے کہ بچہ، کلمہ شہادت لاالہ الا اللہ وان محمد ارسول اللہ کو یاد کرلے۔

ابن جوزی رحمہ اللہ اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ بچہ پانچ سال کا جب ہو جائے تو اس کا حفظ کرنا اہم ہے، ان کا کہنا ہے: جسے اولاد عطا کی گئی تو وہ اپنی اولاد کے لئے محنت کرے، بچپن سے ہی اسے صفائی ستھرائی کا عادی بنائے اور اسے آداب سکھائے، جب بچہ پانچ سال کا ہو جائے تو اسے حفظ پر لگادے۔

[الحث علی حفظ العلم، ص ۱۷]

جب تک بچے کا اخلاق درست نہ ہو جائے گفتگو اور کھانے پینے کے آداب، بڑوں کے احترام، گھر کی خواتین کی عزت اور والدین کے ساتھ ادب سے پیش آنے کی تربیت کرتا رہے اللہ کے اس قول کو قبول کرتے ہوئے کہ :

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَـٰنًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ ٱلْكِبَرَ أَحَدُهُمَآ أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿٢٣﴾ وَٱخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ ٱلذُّلِّ مِنَ ٱلرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ٱرْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِى صَغِيرًا ﴿٢٤﴾﴾

ترجمہ: اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات چیت کرنا۔

* سورہ اسراء ۲۳- ۲۴ *

"کبریائی اللہ بلند شان والے کے لئے ہے، کلمہ ﴿عِندَكَ﴾ ضعیفی اور بڑھاپے کی حالت میں والدین کا بچوں کی پناہ میں رہنے کا ایک تصور ہے، ﴿فَلَا تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا﴾ یہ ادب اور دیکھ بھال کے قرینوں میں پہلا قرینہ ہے کہ والدین کو ایسے ڈانٹا اور جھڑکا نہ جائے کہ وہ بے عزتی اور بے ادبی محسوس کریں، ﴿ وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا﴾ یہ جواب دینے کا اعلی مرتبہ ہے کہ ان کے ساتھ احترام سے بات کی جائے ﴿ وَٱخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ ٱلذُّلِّ مِنَ ٱلرَّحْمَةِ﴾ یہاں چھوٹ گیا۔

﴿ وَقُل رَّبِّ ٱرْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِى صَغِيرًا ﴾ یہ مشفقانہ تذکیر ہے اور اس کمزور بچپن کی یاددہانی ہے جس کی والدین نگرانی کرتے ہیں اور آج وہ دونوں بچہ کی طرح کمزور اور ضرورت مند ہو کر نگرانی اور شفقت کے محتاج ہیں۔ [فی ظلال القرآن: ج ۴، ص ۲۱۲۱-۲۲۲۲]

بچہ اگر اس آیت کے مضمون کے مطابق نشو و نما پائے تو وہ بچپن میں اور عمر کے بقیہ مراحل میں ان شاء اللہ والدین کا فرماں بردار ہو گا۔

ان آداب میں سے جو بچے کے اخلاق میں چار چاند لگاتے ہیں یہ بھی ہے کہ بچے کو بڑوں کے ساتھ ادب سے پیش آنا سکھایا جائے، بڑوں کی عزت کرنا، چلنے پھرنے، کھانے پینے اور گفتگو میں بڑوں کو خود پر ترجیح دینا سکھایا جائے، ابن عمر رضی اللہ عنھما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"میں نے خواب میں خود کو دیکھا کہ میں ایک مسواک سے دانت صاف کر رہا ہوں، اس وقت دو آدمیوں نے (مسواک حاصل کرنے کے لیے) میری توجہ اپنی طرف مبذول کرائی۔ ان میں ایک دوسرے سے بڑا تھا، میں نے وہ مسواک چھوٹے کو دے دی، پھر مجھ سے کہا گیا: بڑے کو دیں تو میں نے وہ بڑے کو دی"۔

[صحیح مسلم (۴/۲۲۹۸)]

صحیحین میں یہ حدیث آئی ہے کہ (عبداللہ بن سہل بن زید اور محیصہ بن مسعود بن زید (مدینہ سے) نکلے یہاں تک کہ جب خیبر میں پہنچے تو وہاں کسی جگہ الگ الگ ہو گئے، پھر (یہ ہوتا ہے کہ) اچانک محیصہ، عبداللہ بن سہل کو مقتول پاتے ہیں۔ انہوں نے اسے دفن کیا، پھر وہ خود، حویصہ بن مسعود اور (مقتول کا حقیقی بھائی) عبدالرحمان بن سہل رضی اللہ تعالی عنہما رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ (عبدالرحمان) سب سے کم عمر تھا، چنانچہ عبدالرحمان اپنے دونوں ساتھیوں سے پہلے بات کرنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: "بڑے کو اس کا مقام دو،" یعنی عمر میں بڑے کو، تو وہ خاموش ہو گیا، اس کے دونوں ساتھیوں نے بات کی اور ان کے ساتھ اس نے بھی بات کی)۔[صحیح بخاری (۴/ ۱۱۷) صحیح مسلم (۳/ ۱۲۹۱)]

بچوں کو اس بات کا بھی عادی بنانا چاہئے کہ وہ اپنے بھائیوں سے محبت کریں ان کو خود پر ترجیح دیں ان کا احترام کریں ان سے محبتانہ سلوک روا رکھیں، ان طریقوں کو بھی اختیار کیا جانا چاہئے جس سے ان کے درمیانہ

اخوت پروان چڑھے، اور ان طریقوں سے اجتناب ہونا چاہئے جو اخوت کو پارہ پارہ کر دینے والی ہوں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اپنے بھائی کی طرف لوہے کے کسی ہتھیار سے اشارہ کیا تو اس پر فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس کام کو ترک کر دے، چاہے وہ اس کا سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو"۔ [صحیح مسلم (۴/ ۲۰۲۰ ۲)]

یہ بے ادبی اور اخلاق کے منافی امور میں سے ہے کہ بچہ بائیں ہاتھ سے کھانے کا عادی ہو جائے، بسم اللہ نہ پڑھے اور اپنا ہاتھ دستر خوان پہ ادھر ادھر مارے اور ہاتھ کو ادھر ادھر مارنے، کھانوں کو الٹ پلٹ کرنے اور کھانوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھنے کی وجہ سے اپنے ساتھ کھانے والوں کو ان کے کپڑوں کو گندا کر کے تکلیف دے۔ نفس کو اس سے تکلیف ہوتی ہے خاص طور سے جب بچہ صاف ستھرا نہ ہو، اس سلسلے میں اسلام کی کچھ نصیحتیں اور آداب ہیں۔

عمر بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ: میں صغر سنی میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں زیر پرورش تھا، کھاتے وقت برتن میں میرا ہاتھ چاروں طرف گھوما کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ”بیٹے! کھاتے وقت بسم اللہ پڑھو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے تناول کرو۔“ اس کے بعد میں ہمیشہ اسی ہدایت کے مطابق کھاتا رہا۔ [صحیح بخاری (۳/ ۴۳۱)]

ابن حجر رحمہاللہ کہتے ہیں کہ: قرطبی نے جو نقل کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ داہنا ہاتھ اور داہنی طرف سے منسوب چیزیں نیز دائیں ہاتھ سے صادر ہونے والے امور لغوی، شرعی اور اخلاقی ہر اعتبار سے قابل تعریف ہیں، اور بایاں ہاتھ اس کے برعکس ہے، جب یہ بات ثابت ہو گئی تو عمدہ اخلاق اور اچھی سیرت فضلاء کے نزدیک یہ ہے کہ اچھے اعمال نیز صاف ستھرے کام کے لئے داہنے ہاتھ کو خاص کیا جائے، اگر ایک ہی قسم کا کھانا ہو تو پھر اپنے قریب سے کھائے کیوں کہ ہر شخص اپنے قریب کے کھانا سے کھانے کے لئے تیار ہوتا ہے، دوسروں کے سامنے سے کھانا لے لینا اس پر ظلم کرنا ہے، ساتھ ہی جس کھانے میں ہاتھ چلے جائیں اس کو

کھانے سے نفس کراہت محسوس کرتا ہے نیز اس سے لالچ جھلکتی ہے اور یہ بے ادبی بھی ہے اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے ہاں اگر کھانے مختلف قسم کے ہوں تو پھر علماء نے دوسروں کے سامنے سے کھانے کو مباح قرار دیا ہے۔ [فتح الباری ج۹ ص ۵۲۳]

جو وضاحت گزری ہے وہ اسلام کے اخلاقی آداب کے نمونے ہیں، خاندان کو چاہئے کہ اس مرحلہ میں بچے کی انہی خطوط پر تربیت کرے کیوں کہ یہ بڑے اہمیت کے حامل ہیں، بچوں کی بداخلاقیاں ان نصیحتوں نیز دوسرے آداب اسلامیہ سے خاندان کے عدم اہتمام کا نتیجہ ہوا کرتے ہیں، لہذا بچہ برے اخلاق پر پروان چڑھتا ہے اور جب وہ جوانی کو پہنچتا ہے تو پھر اس کی بری لتوں کی اصلاح کرنا اس کے مربی پر گراں ہو جاتی ہے۔

تربیتی تطبیقات :

گذشتہ باتوں کی وجہ سے اسلامی توجیہات کا خلاصہ درج ذیل چند نقاط میں پیش کیا جاسکتا ہے :

(۱)- اس مرحلہ میں بچہ، محبت اور ہمت افزائی کا کچھ زیادہ ہی محتاج ہوتا ہے، ان کو بوسہ لے کر، ان کے سر کو سہلا کر اور ان کے ساتھ کھیل کر انہیں محبت کا احساس دلایا جائے، لیکن اس حد تک اس میں تفریط نہیں کرنا ہے کہ یہ بگاڑ تک لے جائے، محبت کا اظہار کرنے کی وجہ یہ ہے تاکہ بچہ محبت کرنے والے کی نصیحت کو قبول کرے نیز بچے میں اتنی محبت بھی پھل پھول جائے جس کا وہ اس مرحلہ میں محتاج ہوتا ہے، اور اس پر منحرف سلوک والے غالب نہ آئیں نیز بچے کا سلوک بھی آراستہ ہو جائے۔

(۲)- کلمہ لا إلہ الا اللہ محمد رسول کی تعلیم دیتے ہوئے بچے کے دل میں ایمان باللہ کا بیج بو دیا جائے نیز اس کے معنی کی تعلیم دی جائے اور اللہ و رسول کی محبت ان کے دلوں میں پیوست کی جائے، بچے کو کچھ ایسے قصے بھی سنائے جائیں جو بچوں کے تئیں اللہ کے رسول کی۔ محبت کو واضح کرنے والی ہوں، کیوں کہ اس سے بچے کے

اندر اللہ کے رسول کی محبت پیدا ہو گی جس کے نتیجے میں وہ محبت رسول کے ساتھ نشو و نما اور آگے چل کر اخلاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو کار بنے گا۔

(۳)- قرآن کے اس حصے کی مقدور بھر حفظ کی تربیت بھی کی جائے جو اخلاق پر مشتمل ہیں۔

(۴)- اجازت لینے کے آداب، بڑوں کا ادب ان کی خدمت اور ان کا احترام کرنے کی تربیت کی جائے

(۵) اسے اس بات کا عادی بنایا جائے کہ کھانا جب پیش کیا جائے تو وہ اس کے آداب کا پاس ولحاظ رکھے تاکہ وہ وقت کے ساتھ اس بات کا عادی ہو جائے اور یہ اس کی خصلت بن جائے گا۔

(٦)وضو نیز جسم اور کپڑے کی صفائی سکھائی جائے کیوں کہ یہ ایمان کا حصہ اور کمالِ اخلاق ہے۔

مرحلہ تمیُّز

مرحلہ تمیز کا مفہوم:

یہ مرحلہ ساتویں سال سے شروع ہو کر بلوغت کی ابتدا تک رہتا ہے۔[الموسوعۃ الفقھیۃ ج ۷ ص ۱۵۵]

ابن منظور کہتے ہیں (میَّز کا مطلب ہے چیزوں کے درمیان فرق کرنا...) [لسان العرب: ج۵۔ ص ۴۱۲]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ بچہ اس مرحلہ میں چیزوں کے درمیان فرق اور تمیز کر سکتا ہے، درستگی میں سے غلطی اور اچھائی میں سے برائی کو پہچان سکتا ہے اپنی عقل کے بقدر نیز اپنی عمر کے مطابق۔

اس مرحلہ کی خصوصیات:

ایک دوسرے کی مدد: یہ مرحلہ اس اعتبار سے ممتاز ہے کہ اس میں بچے دوسروں کی مدد کرنا اور ان کے کام آنا پسند کرتے ہیں، یہ چیز ان کے جسمانی نشو ونما اور ان کی سمجھ بوجھ اور تمیز کرنے کی قوت کی تقویت کا باعث ہے، اس مدد سے بچوں کا مقصد اپنے ارد گرد کے لوگوں سے کمائی کرنا ہوتا ہے لیکن اس مدد سے بچوں کو محض چیزیں نہیں ملتیں بلکہ یہ مدد اسے اپنی اہمیت کا احساس بھی عطا کرتی ہے۔

* النمو ص ۴۱۱ محمد جمیل یوسف *

کیوں کہ بچہ ثواب کے حصول کی لالچ میں بڑوں کو راضی کرنا چاہتا ہے اور یہ چیز سلوک کو بہتر کرنے میں بھی اس کی مدد کرتی ہے۔

* علم نفس النمو ص ۲۶۸ حامد زھران *

تو اسی لئے مربی کو چاہیئے کہ وہ ان خصوصیات کو اس کے اخلاق سنوارنے میں لگادے تاکہ وہ اچھے کام اللہ سے ثواب کی چاہ رکھتے ہوئے انجام دے۔

اس مرحلہ میں بچے کی حرکت و عمل کی چاہت بھی ابھر کر سامنے آتی ہے اسی لئے ولی کو چاہئے کہ وہ بچے کو سستی اور کسل مندی اور آرام میں پڑے رہنے سے بچائے، بلکہ اسے کام پر لگائے اور اسے اس وقت آرام دے جب اس کا ذہن و جسم کام سے تھک جائے کیوں کہ سستی کا انجام برا ہے اور یہ ندامت کا باعث ہے، محنت و مشقت کے نتائج قابل تعریف ہوتے ہیں* تحفۃ المودود ص ۱۴۶* بایں طور کہ اس چیز کی وجہ سے بڑے ہو کر تھکاوت اور پریشانیوں کو وہ زیادہ جھیلنے کی طاقت رکھتا ہے، صرف آرام و راحت اسے سست بنادیتی ہے اور وہ یہ بھروسہ کرنے لگتا ہے کہ دوسرے اس کی خدمت میں لگے رہیں۔

دینی شعور: بچہ اپنے گھر اور خاندان میں دینی سرگرمیاں دیکھتا ہے اور اس سے متاثر ہوتا ہے، اور یہ تاثیر آئندہ مرحلہ میں اس کے اندر دینی نشوونما کو تقویت فراہم کرتی ہے، جس سے اس بات کی تائید ہو رہی ہے کہ مربی اس مرحلہ میں بچے کو سکھائے اور اسے تاکیدی طور پر یہ بتائے کہ دعا کی قبولیت اور عبادتوں کی حفاظت کرنے کے درمیان کیا تعلق ہے، خاص طور سے بچہ تعلیمی برتری اور ہر مرحلے میں کامیابی کا خواہاں رہتا ہے، تاکہ وہ سیکھے کہ سچائی، امانت داری، اخلاص، حیا اور نماز عبادت ہیں، اور یہ دعا کی قبولیت اور ارزانی توفیق کا ذریعہ ہیں اور یہیں سے "بچہ، دعا اور عمل کے درمیان تعلق کا ادراک کرتا ہے اور اس بات کو بھی سمجھتا ہے کہ دعا سلوک و برتاو کو بدلنے کا ذریعہ ہے یہاں تک کہ بچے کی دعا مقبول ہو جاتی ہے "۔

* الاسس النفسیۃ للنمو، ص ۲۴۹ *

اخلاقی شعور: بچہ اس مرحلہ میں اپنے خاندان اور معاشرہ کے اخلاق کو اپنی بڑھتی عمر کے ساتھ مرحلہ وار سیکھتا ہے، بایں طور کہ اس کے اندر اپنے خاندان کی طرف نسبت کا احساس اور یہ رغبت پیدا ہوتی ہے کہ وہ

اپنے اخلاق واطوار میں خاندان کے لوگوں کی ہمسری کرے' اس کا مطلب یہ ہے کہ :"بچہ جب خاندانی لوگوں کے ساتھ ہو تو اسے ان کا معیار بتایا جائے تاکہ وہ ان کے معیار کے مطابق اپنے مقام کی حفاظت کرسکے "۔ * النمو۔ تالیف: محمد جمیل یوسف وفاروق عبد السلام۔ ص ۴۱۲ *

"جوں جوں بچہ بچپنے کے مرحلے کے اختتام کو پہنچتا ہے توں توں اس کی اخلاقی سمجھ بڑوں کے ان اخلاق سے جن سے وہ وابستہ ہوتے ہیں قریب ہونے لگتی ہے" * حوالہ سابق ص ۴۱۲ * اس پر اس کی اخلاقی حس کی نشو ونما مددگار ہوتی ہے، لہذا وہ ظلم، انصاف، درست، غلط اور خیر وشر کے معانی ومطالب کو سمجھنے لگ جاتا ہے۔

لغوی نشو ونما: یہ مرحلہ طویل مرکب جملوں سے عبارت ہے، اس مرحلہ میں بچہ مترادف جملوں اور باہم مختلف معانی رکھنے والے جملوں کے درمیان تمیز کرسکتا ہے، اس سے اس بات کی تائید ہورہی ہے کہ اس مرحلہ میں یہ اہم ہے کہ بچہ کو قرآن کریم مکمل حفظ کرادیا جائے، احادیث یاد کرائی جائیں نیز اچھے جملے سکھا کر اسے بولنے کا عادی بنادیا جائے، نیز اسے بیہودہ کلمات بولنے پر ڈانٹا جائے تاکہ وہ بیہودہ کلمے اس کی زبان پر نہ چڑھیں، لغوی ناحیہ سے بچہ پر محنت کرنے سے ہوتا یہ ہے اسے اپنے فکر کی ترجمانی کرتے ہوئے یا دوسروں کو مخاطب کرتے ہوئے الفاظ آسانی سے یاد رہتے ہیں اور ادا ہوپاتے ہیں، یہاں تک کہ لغوی ناحیہ سے بھی بچے کے اندر اچھے اخلاق پروان چڑھتے ہیں۔

اس مرحلہ کے لئے اسلامی رہنمائیاں : نشو ونما کی اسلامی رہنمائیاں نبوی طریقوں سے بھری ہوئی ہے وہ طریقے بچے کی اخلاقی نشو ونما کو ابتدا سے ہی پروان چڑھانے کے ساتھ ان دیگر مراحل کے بھی موافق ہیں جن سے بچہ گزرتا ہے ۔

اس سلسلے کی چند اسلامی عمدہ رہنمایاں یہ ہیں:

دینی شعور کی توجیہ: دینی پہلو اخلاقی پہلو کے لئے اہم غذا کا درجہ رکھتی ہے، نیز دین خیر کی طرف رہنمائی کا بھی باعث ہے۔ اس مرحلہ میں اسلامی توجیہات نے اس جانب بڑی توجہ دی ہے، بایں طور کہ اس مرحلہ کی ابتدا میں ہی بچوں کو نماز کی تعلیم دی گئی ہے جو کہ برائی اور منکر سے روکتی ہے، بچہ اگر دس سال کا ہو جائے اور نماز میں کوتاہی کرے تو پھر اسے مارا جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے بچوں کو جب وہ سات سال کے ہو جائیں تو نماز کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں (اور نہ پڑھیں) تو انہیں اس پر مارو اور ان کے بسر جدا جدا کردو"۔ [سنن ابوداؤد (۱/ ۳۳۴)]

صحابہ کرام نے اپنے بچوں کو روزے کی تعلیم دینے اور اپنے بچوں کو روزرے کی حالت میں بھوک وپیاس پر صبر کا عادی بنانے کا بہت اہتمام کیا، نیز ان کے اندر فقیر وناتواں لوگوں کی بھوک کا احساس بھی پیدا کیا جو کہ انسان کے اندر دوسروں کے لئے رحمت وشفقت کے جذبات کو جانگزیں کرتا اور اسے اللہ کے سامنے عاجزی اختیار کرنے والا بناتا ہے، بخاری میں ربیعہ بنت معوذ سے مروی ہے کہ: (نبی کریم ﷺ نے عاشوراء کے دن صبح کو انصار کی بستیوں میں یہ پیغام بھیجا: ”جس نے آج روزہ نہ رکھا ہو وہ بھی باقی دن کچھ نہ کھائے اور جس نے روزہ رکھا ہو وہ روزے سے رہے۔“ حضرت ربیع رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: اس حکم کے بعد ہم عاشوراء کا روزہ رکھتیں اور اپنے بچوں کو بھی رکھواتیں نیز انھیں بہلانے کے لیے ہم روئی کے کھلونے بنا دیتیں۔ جب کوئی ان میں سے کھانے کے لیے روتا تو ہم اسے وہ کھلونا دے دیتیں یہاں تک کہ افطار کا وقت آجاتا۔) [صحیح بخاری: ۲/ ۴۸، ح: ۱۹۶۰۔ صحیح مسلم: ۲/ ۷۹۸-۷۹۹، ح: ۱۳۶]۔

سلوک وبرتاو کے آداب :

اس مرحلہ میں بچوں کو جو آداب سیکھنے چاہیئے وہ بہت سے ہیں، بطور مثال ان آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ بچوں کو امانت اور راز افشاء نہ کرنے کی تربیت دی جائے، یہ ایسی چیز ہے کہ بہت سے لوگ بچوں کی تربیت میں اس کا اہتمام نہیں کرتے ہیں اور نہ خود اس عادت کو اپناتے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:(نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور اس وقت میں سات سال کا تھا' ام سلیم مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ میرا بیٹا ہے۔ آپ اسے اپنا خادم بنالیں چنانچہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نو سال خدمت کا شرف حاصل کیا' میرے کسی بھی کام پر آپ نے یہ نہیں کہا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اور اگر میں نے کوئی کام نہیں کیا تو بھی آپ نے یہ نہیں کہا کہ تم نے ایسا اور ایسا کیوں نہیں کیا؟ آپ ایک روز میرے پاس تشریف لائے جب کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا' آپ نے ہمیں سلام کیا اور مجھے بلا کر کسی کام سے بھیج دیا' جب میں لوٹا تو آپ نے فرمایا: کسی کو اس کی خبر نہ دینا' مجھے اپنی والدہ کے پاس جانے میں تاخیر ہو گئی' جب میں والدہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے دریافت کیا: میرے بیٹے! تجھے آنے میں کیوں تاخیر ہوئی؟ میں نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام سے بھیج دیا تھا' انہوں نے دریافت کیا: کس کام سے؟ میں نے کہا: آپ نے فرمایا کہ: تم کسی کو بھی اس کے بارے میں نہ بتانا' تو میری ماں نے کہا: اے میرے بیٹے! تو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کی حفاظت کرنا)۔

[صحیح بخاری: ۴/ ۹۸' ح: ۶۰۳۸۔ صحیح مسلم: ۴/ ۱۸۰۴۔ مسند احمد: ۳/ ۱۷۴ اور مذکورہ الفاظ مسند احمد کے ہی روایت کردہ ہیں کیوں کہ اس میں الفاظ کا اضافہ ہے]۔

اسی طرح بچوں کی تربیت میں ماں کا کردار واضح ہوتا ہے کہ وہ بچوں کو رازوں کے پیچھے نہ پڑنے دیں کیوں کہ بچے دھیرے دھیرے دوسرے کے رازوں کو جاننا جائز سمجھنے لگتے ہیں ، اور مائیں اس کی وجہ سے بچے کے اخلاق کو بگاڑ دیتی ہیں کیوں کہ اس صورت میں بچہ امانت کی پاسداری کم کرنے لگتا ہے اور رازوں کو افشاء کرنے کا عادی بن جاتا ہے۔

یہ بھی اسلامی اخلاق کا حصہ ہے کہ بچے سلام کرنے کے عادی ہوں، بچوں کے اندر یہ عادت اس طرح سے پختہ ہو سکتی ہے کہ پہلے پہل بڑے انہیں سلام کریں یہاں تک کہ بچے اس کلمے اور عادت سے مانوس ہو جائیں، اور سلام کرنے والے کے لئے ان کے دل راحت محسوس کریں ایسا کرنے کی وجہ سے بعد میں چل کر وہ خود سلام کرنے میں پہل کریں گے ، کیوں کہ سلام ان کے اور بڑوں کے درمیان تعلق کی بنیاد بن جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو سلام کیا کرتے تھے جیسا کہ گذشتہ حدیث میں ہے کہ حضرت انس نے فرمایا: (چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور بچوں کو سلام کیا)۔

باہمی تعاون: جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے کہ بچے اس مرحلہ میں مدد کرنا پسند کرتے ہیں تا کہ وہ سب لوگوں کی محبت پا سکے اور سب کی نظروں کا مرکز بنا رہے ، اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے تعاون کرنے پر ان کی تربیت کرنی چاہئے، اس لئے کہ اسلام نے اس پر ابھارا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَتَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡبِرِّ وَٱلتَّقۡوَىٰۖ وَلَا تَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡإِثۡمِ وَٱلۡعُدۡوَٰنِۚ﴾

ترجمہ: نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو۔

* سورہ مائدہ، ۲ *

بھلائی کے کاموں پر بچوں کی تربیت کرنے کے اسلوب میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انہیں دوسروں کی مدد کرنے پر انہیں ابھارا جائے نیز خیر و بھلائی کے کاموں میں ان کو شریک کرنے پر ابھارا جائے، آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایاہے:"ایک آدمی لوگوں سے قرض کالین دین کرتا تھا، وہ اپنے خادم سے کہتا: جب تو کسی تنگدست کے پاس آئے تو اس سے درگزر کرنا شاید اللہ ہم سے بھی درگزر کردے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے ملا (اور حاضری دی) تو اس نے (بھی) اس سے درگزر کردی"۔ [صحیح مسلم (۱۱۹۶/ ۲)]

اس میں کوئی شک نہیں کہ بچہ اگر ایسے والد کے زیر سایہ پروان چڑھے جو لوگوں کی مدد کرتا ہے تو یقیناً بچے کے برتاو پر اس کا اثر ہوگا اور وہ بھی دوسروں کی مدد کرے گا۔

جنسی محرکات کی تہذیب: بچہ اس مرحلہ میں بلوغت کی طرف بڑھتا ہے، تو اس لئے ضروری ہے کہ اس مرحلہ کی ابتدا سے ہی بلوغت کے لئے بھی بچوں کو تیار کیا جائے تاکہ بعد میں وہ بچ بچا کر رہ سکیں، لہذا ہم انہیں نگاہیں نیچی رکھنے کی تعلیم دیں گے اور ان کو بستروں میں الگ الگ سلائیں گے، انہیں اجازت لینے کا حکم دیں گے اور ہر اس چیز سے انہیں دور رکھیں گے جو انہیں جذبات کی رو میں بہالے جائیں۔

اسلامی اخلاق کو قبول کرنے سے گھر کا احترام بڑھتا ہے اور پردے کی چیزیں اچانک پڑنے والی نگاہ سے محفوظ رہتی ہیں ٗ اس لئے مناسب یہ ہے کہ بچے کو اس مرحلہ میں اجازت لینے کی تعلیم دی جائے، جس سے آج کے کچھ مسلم گھرانے محروم ہیں سوائے ان گھروں کے جن پر اللہ رحم کرے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لِيَسۡتَـٔۡذِنكُمُ ٱلَّذِينَ مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُمۡ وَٱلَّذِينَ لَمۡ يَبۡلُغُواْ ٱلۡحُلُمَ مِنكُمۡ ثَلَٰثَ مَرَّٰتٖۚ مِّن قَبۡلِ صَلَوٰةِ ٱلۡفَجۡرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ ٱلظَّهِيرَةِ وَمِنۢ بَعۡدِ صَلَوٰةِ ٱلۡعِشَآءِۚ ثَلَٰثُ عَوۡرَٰتٖ لَّكُمۡۚ لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ وَلَا عَلَيۡهِمۡ جُنَاحُۢ بَعۡدَهُنَّۚ طَوَّٰفُونَ عَلَيۡكُم بَعۡضُكُمۡ عَلَىٰ بَعۡضٖۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمُ ٱلۡأٓيَٰتِۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٞ ۝٥٨﴾

ترجمہ: ایمان والو! تم سے تمہاری ملکیت کے غلاموں کو اور انہیں بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں (اپنے آنے کی) تین وقتوں میں اجازت حاصل کرنی ضروری ہے۔ نماز فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت جب کہ

تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشا کی نماز کے بعد، یہ تینوں وقت تمہاری (خلوت) اور پردہ کے ہیں۔ ان وقتوں کے ماسوا نہ تو تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر۔ تم سب آپس میں ایک دوسرے کے پاس بکثرت آنے جانے والے ہو (ہی)، اللہ اسی طرح کھول کھول کر اپنے احکام تم سے بیان فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمت والا ہے"۔ * سورہ نور ۵۸ *

" آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم اگر ان حالتوں میں رہو تو یہ اچھی بات نہیں ہے کہ خادم اور بچے تمہارے پاس بلا اجازت آئیں، لہذا تم پر یہ ضروری ہے کہ تم ان کو یہ ادب سکھاو کہ جب وہ تمہارے پاس آنا چاہے اور تم ان تین اوقات میں سے کسی وقت میں تم خلوت میں رہو تو تم سے اجازت طلب کرے۔

* تفسیر سورہ نور، سید ابو الاعلی مودودی، ص۲۱۹ *

ان تین اوقات کے علاوہ ائے اولیاء تم پر عدم اجازت کی وجہ سے کوئی حرج اور گناہ نہیں ہے "۔ * تفسیر سورہ نور، محمد امین شنقیطی ص ۱۹۵ *

اجازت کے سبب کی وضاحت حدیث میں یوں بیان کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" اجازت مانگنے کا حکم تو دیکھنے کے سبب ہی سے ہے"۔[صحیح بخاری (۴/ ۱۳۸) صحیح مسلم (۳/ ۱۶۹۸)] ۔

اس مرحلہ میں بچوں کو الگ الگ بستر میں سلانا چاہیئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" جب تمہاری اولاد سات سال کی ہو جائے تو تم ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو، اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں اس پر (یعنی نماز نہ پڑھنے پر) مارو، اور ان کے سونے کے بستر الگ کر دو"۔[اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے]

بچے چونکہ تمیز اور سمجھ کی عمر کو پہنچ جاتے ہیں اس لئے ان کا بستر الگ کر دینا چاہیئے " اس اندیشہ کی بنا پر کہ بلوغت کے سال یا اس کے قریبی وقت میں وہ ایک بستر میں ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل کر نہ رہیں کہ

نیند یا بیداری کی حالت میں ایک دوسرے کے ستر کو دیکھ لیں جو ان کے جنسی جذبات بھڑکا دیں یا پھر ان کے اخلاق کو بگاڑ دیں"۔ * تربیۃ الاولاد ج ا ص ۵۲۴، عبد اللہ ناصح علوان *

جن چیزوں پر بچوں کی تربیت ہونی چاہئے ان میں سے یہ بھی ہے کہ بچوں کو ڈھیلے ڈھالے لباس پہنائے جائیں، اور زعفرانی رنگ کے کپڑے لڑکوں کو نہ پہنائے جائیں، عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:(رسول اللہ ﷺ نے مجھے گیروے رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تمہاری ماں نے تمھیں یہ کپڑے پہننے کا حکم دیا ہے؟" میں نے عرض کیا: میں ان کو دھو ڈالوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "بلکہ ان کو جلا دو۔")۔ [صحیح مسلم: ۱۶۴۷۳]

مناسب یہ ہے کہ بچوں کو سفید رنگ سے محبت کرائی جائے اور انہیں عورتوں کی مشابہت والے کپڑوں سے بچایا جائے اور انہیں یہ بتایا جائے کہ یہ عورتوں کا طریقہ ہے، مرد ایسے کپڑوں سے اعراض کرتے ہیں، انہیں بار بار یہ بات بتائی جائے، کیوں کہ اگر انہیں نہ بتایا جائے تو پھر یہ چیز فیشن کے بہاو اور عیش میں ڈھکیل دے گی اور ان کے اخلاق کو بگاڑ کر ان کی طبیعت اور میلان کو زنانہ عادتوں کے قریب کر دے گی، اور اسے سختی سے متنفر کر دے گی جو کہ مردوں کی طبیعت کا حصہ ہے۔

بچوں کو حرام نغمے سننے سے بھی منع کرنا چاہئے کیوں کہ وہ شیطان کی بانسریوں میں سے ہے، اور ایسی پکار ہے جو کہ فتنے اور اخلاقی بگاڑ میں ڈھکیل دینے والی ہے کیوں کہ اس میں اندورونی جذبات کو بھڑکانے والے عناصر پائے جاتے ہیں۔

اخلاقی تربیت کی تطبیقات :

گذشتہ باتوں کی وجہ سے اس مرحلہ کی اخلاقی تربیت کی توجیہات کا خلاصہ ذیل میں پیش کرنا ممکن ہے:

-نماز کی تعلیم کے دوران بچوں کے اندر ایمان و عبادت کی آبیاری کی جائے اور روزے اور دوسرے عبادات کے لئے ان کو تربیت دی جائے، کیوں کہ ایمان وعبادت اسلامی اخلاق کی بنیادہیں، نیز بچوں میں خدا خوفی کا بیج بویا جائے اور یہ احساس ان کے اندر جاگزیں کیا جائے کہ اللہ تعالی ان کو ڈھکے چھپے ہر حال میں ان کی نگرانی کر رہاہے، اور یہ بھی انہیں سکھایا جائے کہ وہ عمل کو خالص اللہ کے لئے انجام دیں۔

-مربی اس مرحلے میں بچے کو دوسرے بہت سے سلوک و برتاو کے آداب سکھاتا رہے، گذشتہ مرحلہ میں بچے نے جو کچھ سیکھا ہے صرف اس پر اکتفانہ کرے، مربی بچے کو اجازت لینے نگاہ نیچی رکھنے، والدین کا احترام کرنے، بڑوں کا ادب بجالانے، چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش آنے کا عادی بنائے، نیز اسے قول و عمل میں سچائی برتنے، امانت داری اور راز کو راز رکھنے کی تعلیم دے، اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے مربی خود اسلامی اخلاق سے مزین ہو تاکہ وہ بچے کے لئے نمونہ بن سکے اور مختلف تربیتی اسلوب اختیار کرکے بچے کی بھی تربیت کر سکے۔

-یہ مدت اس اعتبار سے بھی ممتاز ہے کہ اس میں بچے معاشرے کے افراد کا تعاون کرنا اور ان کے ساتھ کاموں میں شریک ہونا پسند کرتے ہیں، چنانچہ مربی بچوں کو تقریبات وغیرہ میں پڑوسیوں کی مدد کا عادی بنائے، اور مدد کو اخلاص سے مربوط کرنا سکھائے تاکہ بچے اخلاص کے عادی ہوجائیں اور ہم عصروں سے مقابلہ بازی اور دکھاوے سے دور رہے، اسی طرح اس جانب بھی ان کی توجہ دلائے کہ وہ مسکین و محتاج لوگوں کی مدد کرے اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئے بایں طور کہ مربی مسکینوں کی ضرورت کا کچھ سامان دے کر انہیں مسکینوں تک پہنچانے کہے، تاکہ وہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا عادی ہوجائے، یہ اسلام کے مکارم اخلاق میں سے ہے۔

- جنسی جذبات کی حفاظت کے لئے بچوں کو نگاہ نیچی رکھنے نیز باپردہ لباس پہننے کا عادی بنائے، لڑکا ہو یا لڑکی دونوں کے لباس ڈھیلے ڈھالے ہوں، دونوں صنف کو یہ عادت ڈالی جائے کہ وہ جنس مخالف کے ساتھ کھیل

کو دیا میل جول نہ کریں، ان کی طرف نہ دیکھیں، والدین کو چاہئے کہ وہ خود بھی باپردہ لباس پہنے رہا کریں اور بچوں کو وقار سکھائیں تا کہ یہ اخلاق بچوں میں بھی منتقل ہو، اسی طرح بچوں کو ایسی اسلامی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈلوائی جائے جو عفت و وقار پر انسان کی معاون ہوں، نیز انہیں فاسد مواد سے پر میگزین سے بچایا جائے جن میں کہ عورت و مرد کے فتنے کو ظاہر کیا جاتا ہے، نیز ایسے میگزین مربی نہ گھر میں آنے دے اور نہ استاد مدرسے میں۔

مرحلہ بلوغت

یہ مرحلہ انسان کی زندگی میں بڑی اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے، کیوں کہ یہ مرحلہ انسان کی جسمانی، جنسی، عقلی اور جذباتی نشو و نما کو محیط ہے، چنانچہ یہ مرحلہ بڑوں سے قریب ہونے کے احساس وذمہ داری سے عبارت ہے، یہ مرحلہ مراہقہ سے ملا ہوا ہے۔

مراہقہ اور بلوغت کا مفہوم :

مراہقہ وبلوغت کے کئی لغوی معانی ہیں، ذیل میں ان کا ذکر ہے:

مراھقہ: مراھق سے مراد وہ لڑکا ہے جو بلوغت کے قریب ہو، اسی طرح مراہقہ سے مراد وہ لڑکی جو بلوغت کے قریب ہو، یہ بھی کہا جاتا ہے: مراھق سے مراد دس سے گیارہ سال کے لڑکے ہیں۔

[لسان العرب ج۱ص ۱۳۰]

نیز یہ تعریف بھی ہے "مراہق سے مراد بلوغت کے قریب پہنچا ہوا لڑکا ہے" * حوالہ سابق، ص ۱۳۱ *

بلوغت: اس عمر کو کہتے ہیں جس میں بچہ اور بچی سن بلوغت کو پہنچ جائیں۔

حوالہ سابق، ج۸، ص ۴۲۰

ان تعریفات سے یہ بات واضح ہورہی ہے کہ مراہقہ احتلام سے پہلے کے عرصہ کو کہتے ہیں اور یہ عرصہ لڑکوں میں دس سال سے گیارہ سال کے درمیان ہوتا ہے، اور عورتوں میں حیض جاری ہونے سے پہلے کی مدت کو کہتے ہیں، یہ بلوغت کی علامت ہوا کرتا ہے۔

لیکن علم نفسیات کی اصطلاح میں مراہقت اور بلوغت دونوں ہی لازم ملزوم ہیں جو کہ بلوغت کی ابتدا سے لے کر تناسل کی صلاحیت پختہ ہونے تک رہتی ہے۔ مراہقت کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ: "بلوغت سے لے کر تناسل کی مکمل صلاحیت پیدا ہونے تک کا مرحلہ"۔

[النمو۔ تالیف: محمد جمیل محمد یوسف' فاروق سید عبد السلام:۴۵۱]

کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ مراہقت کی ابتدا اس وقت ہوتی ہے جب لڑکی کو حیض اور لڑکے کو احتلام ہونے لگے' یعنی ۱۲ سال سے لے کر ۱۸ سال تک کی مدت' یہ عمومی اور رائج و غالب تخمینہ ہے۔

[خفایا المراھقۃ۔ تالیف: معروف زریق۔ ص۱۷]۔

کسی نے اس کی یہ بھی تعریف کی ہے: "یہ وہ مرحلہ ہے جو بلوغت سے شروع ہوتا ہے اور رشد و خرد کی پختگی تک برقرار رہتا ہے"۔ [الأسس النفسیۃ۔ تالیف: فواد البہی السید۔ ص۲۵۷]۔

شاید یہ اصطلاحی تعریفات جسمانی' ذہنی اور جذباتی نشو و نما کے اعتبار سے اس مرحلہ کی خصوصیات کو پیش نظر رکھ کر کی گئی ہیں۔ اس کی تائید اس میدان کے ایک ماہر کے اس قول سے بھی ہوتی ہے: "چوں کہ بلوغت اور مراہقت کی جو امتیازی خصوصیات ہیں وہ ایک دوسرے سے مربوط ہیں' اس لیے بہتر یہی ہے کہ ان کا تجزیہ و مطالعہ ایک ساتھ کریں تاکہ فقہ و فہم میں یکسوئی برقرار رہے"۔ [حوالہ سابق:۲۵۷]

اس مرحلہ کو کسی خاص عمر کے ساتھ مختص کرنا مشکل ہے اس لئے کہ لڑکے اور لڑکیوں کے بلوغت کی عمر میں فرق ہوتا ہے، نیز ایک ہی صنف میں بلوغت کے وقت میں فرق ہوجاتا ہے، یہ فرق ان عوامل کا نتیجہ ہوتے ہیں جو کہ بلوغت کی تقدیم و تاخیر میں اثر انداز ہوتے ہیں جیسے "غذا کی مقدار جس کو انسان کھاتا ہے، تو پروٹین کا زیادہ استعمال جلدی بالغ کردیتا ہے، کاربوہائیڈریڈ پر مشتمل غذاوں کے استعمال کی وجہ سے بلوغت تاخیر سے ہوتی ہے، غذا کی کمی بلوغت کو موخر کردیتی ہے اور انسان کے جنسی توانائی پر اثر انداز ہوتی ہے"۔

* مرجع سابق ص ۲۵۵ *

اسی طرح آب وہوا کا بھی جلدی بلوغت میں کردار ہوا کرتا ہے، گرم علاقے کے لڑکے لڑکیاں سرد علاقوں کے لڑکے لڑکیوں کی بنسبت جلدی بالغ ہو جاتے ہیں، اسی طرح ہر انسان کی انفرادی اور موروثی خصوصیات بھی بلوغت میں اثر انداز ہوتی ہیں۔

* خفایا المراھقۃ، معروف زریق، ص ۱۷ *

اسی بنا پر لڑکے اور لڑکیوں کی بلوغت کی عمر کی تحدید یوں ممکن ہے کہ یہ مرحلہ دس سال کی عمر سے تقریبا سولہ سال تک ہوا کرتا ہے۔

بلوغت کی خصوصیات :

نکاح کی خواہش: مراہق اس مرحلہ میں ایسی جسمانی اور اعضائی تبدیلیوں کا سامنا کرتا ہے جو اس سے پہلے اسے درپیش نہیں تھیں، اسی بنا پر اس کے اندر جماع کی خواہش جوش مارنے لگتی ہے۔

شرعی تعلیمات نے شرعی نکاح کے ذریعے جنسی نشاط پر کچھ حدود و قیود عائد کر کے ان رجحانات کو منظم کیا ہے جس سے کہ انفرادی و اجتماعی مصالح و فوائد حاصل ہوتے ہیں، اور ایسا اس لئے کیا ہے تاکہ نوجوان اپنے جنسی رجحان کو حیوانی طریقوں سے تسکین نہ پہنچائے، جیسا کہ کافروں کے ملکوں میں ہوتا ہے۔

بہادروں کی تقلید: یہ مرحلہ اس اعتبار سے بھی ممتاز ہے کہ اس میں نوجوان اپنے بہادر، طاقتور اور ذہین ساتھیوں سے بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے جو کہ کھیل کود اور تدریس میں ان سے فائق ہوتے ہیں۔

[الأسس النفسیۃ۔ تالیف: فواد البہی السید۔ ص ۴۰۷]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ نوجوان اس مرحلہ میں بڑائی اور تفوق کی طرف مائل ہوتا ہے، اور اپنے اس جذبے کی تسکین کے لئے مختلف طریقے اختیار کرتا ہے، اس مرحلہ میں وہ اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ ان کی ایسی رہنمائی کی جائے جو ان کی آرزوں کی تکمیل میں ان کی معاون ہوں، ورنہ ان کی خواہشات انہیں بے فائدہ ڈگر پر لے چلے گی جیسے کہ وہ گلوکاروں اور کھلاڑیوں اور ان جیسوں کی تقلید کرنے لگیں گے، یا وہ اپنے جذبات کی تسکین کے لئے غیر مناسب طریقے اختیار کرکے بہک جائیں گے جیسے کہ وہ جھوٹ، بڑائی اور تباہی پر اعتماد کر بیٹھیں گے، اور دوسروں کے سامنے خاص طور سے اپنے ہم جولیوں کے سامنے بڑائی کے لئے اپنی قوت کا بے جا استعمال کرنے لگ جائیں گے۔

تنقید کا رجحان اور اصلاح کی رغبت: اس مرحلہ میں انسان کی ذہنی بیداری نیز چیزوں اور واقعات کے تیئں اس کی سمجھ بڑھ جاتی ہے، نیز اخلاقی اقدار وروایات کے تیئں بھی اس کی معرفت بڑھ جاتی ہے جو کہ اس کے ساتھ عام طور سے پروان چڑھتی ہے، اسی کے نتیجے میں اجتماعی سلوک کے بارے میں اس کی تنقید اور اس کے اصلاح کی رغبت بڑھ جاتی ہے، اس جانب اس میدان کے ماہرین نے اشارہ کیا ہے کہ:
"معاشرتی بیداری، تنقید کے رجحانات، معاشرتی اصلاح کی خواہش بڑھ جاتی ہے، اور بڑے لوگ جس طرح کرتے ہیں اس طرح نہ کرکے چیزوں کو بغیر تحقیق وتجزیہ اور تدریج اور سمجھ بوجھ کے بدلنے کی خواہش پروان چڑھنے لگتی ہے"۔ * علم النفس، حامد زهران ص ۳۵۴ *

اسی لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ انہیں حکمت اور دانشمندی کے ساتھ معاملات کو حل کرنے کی نصیحت کی جائے اور اس میں ان کی مدد کی جائے۔

جذباتی نشوونما: اس مرحلہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جذبات کی بہتات ہوتی ہے لیکن جن چیزوں کی وجہ سے جذبات بھڑکتے ہیں ان سے یہ جذبات ہم آہنگ نہیں ہوتے۔ اسی طرح اس مرحلہ میں جذباتی ٹھہراؤ نہیں رہتا۔ نوبالغ انسان کے اخلاق وبرتاؤ میں تبدیلی آتی رہتی ہے۔ وہ محبت و نفرت' شجاعت وخوف' انشراح صدر اور تنگ دلی' تحمس اور لاپرواہی کے درمیان الٹ پلٹ کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح اس مرحلہ میں اس پر شرم وحیا بھی غالب رہتی ہے۔ [حوالہ سابق:۳۱۸]

ان تمام جذباتی مظاہر کا دوسروں کے تئیں برتے جانے والے رویے اور اخلاق کا بڑا گہرا اثر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر شرم وحیا اگر بے محل ہو تو غلطی کرنے اور دوسروں کی تنقید کی زد میں آنے کے خوف سے نوبالغ انسان کے رویے میں رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے۔ بلکہ بسا اوقات اس کی وجہ سے وہ انٹروورٹڈ رویہ کا شکار ہو جاتا ہے۔ محبت و نفرت اور تحمس ولاپرواہی کے درمیان متردد رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے معاملات میں فیصلہ کن رویہ اختیار نہیں کرپاتا بلکہ متردد رہتا ہے۔

بیداری کے خواب: نوعمر انسان کبھی کبھار اپنی قدر وصلاحیت کے حدود پار کر جاتا ہے بایں طور کہ اپنے ناقص تخیل میں اپنی تمناؤں اور آرزوؤں کی تصویر کشی کرتا ہے' اپنے مشکلات کا اپنے طور پر تخیلاتی تجزیہ کرتا ہے' اور اپنی شخصیت کی ایسی تصویر کشی کرتا ہے جو کبھی تو حقیقی ہوتی ہے جیسے مدرس بننا یا پولیس افسر بننا یا داعی بننا لیکن کبھی ایسی تصویر کشی بھی کرتا ہے جسے بروئے عمل لانا اس کے بس میں نہیں ہوتا۔

[علم نفس النمو۔ حامد زھران۔ ص:۳۱۹]

چنانچہ بسا اوقات یہ تخیل اسے اخلاقی انحراف کی طرف لے جاتا ہے کیوں کہ اس نے اپنی جن خواہشات کی تصویر بنائی تھی' ان کی تکمیل کے لیے غیر شرعی وسائل کی تلاش کرنے لگتا ہے۔ یہی وہ مرحلہ ہے جس میں

خاندان اور سماجی اداروں کا کردار ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس طرح نوعمر انسان کی آرزوؤں اور صلاحیتوں کے درمیان تطبیق کی راہ دکھاکراس کی بہتر رہنمائی کرتے ہیں۔

سماجی میلان ورجحان: اس مرحلہ میں انسان کا اپنے سماج کے تئیں میلان بڑھ جاتا ہے اور اس سماج کے بعض افراد کو اپنا ہم نشیں اور مصاحب بنالیتا ہے جن سے وہ نسبت رکھنے لگتا' ان سے متاثر اور ان پر اثر انداز ہونے لگتا ہے۔ اس میدان کے ماہرین کہتے ہیں کہ: "اس مرحلہ میں نشوونما اور پرورش وپرداخت کے عمل پر صحبت ورفاقت کا بڑا اثر ہوتا ہے اور نوعمر شخص بڑوں کے مقابلہ میں اپنے دوستوں سے زیادہ متاثر ہوتا ہے"۔

[حوالہ سابق:۳۲۶]

اگر دوست حسن اخلاق اور اعلی آداب سے متصف ہوں تو اس کا اثر اس شخص کے سلوک وبرتاؤ پر بھی ہوتا ہے جو ان سے نسبت رکھتے ہوں لیکن اگر دوستوں کے اخلاق وآداب برے ہوں تو اس کے اثرات بھی برے ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوستوں کا حسن انتخاب کتنا اہم ہے۔

اس مرحلہ کے لئے اسلامی رہنمائیاں:

(ا) جنسی جذبات: جنسی جذبات انسان کے فطری جذبات میں سے ہے، جو کہ افزائش نسل اور بقائے انسانی کی ضرورت کو پورا کرتی ہیں، اسلام نے ان جذبات کے لئے ایسی نصیحتیں کی ہیں جن کی بنا پر بالغ کے لئے اخلاق کریمہ کا حصول ممکن ہو پاتا ہے جو کہ اسے برے اخلاق سے دور رکھتے ہیں، اسلام نے ہر اس دروازے کو بند کر دیا ہے جو جنسی خواہش کے بھڑکاو کا سبب بنے جیسے حرام نظر اور اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا کیوں کہ شیطان اس کی وجہ سے ان کے درمیان لذت پیدا کر دیتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ ہرگز تنہا نہ ہو مگر یہ کہ اس کے ساتھ کوئی محرم ہو۔ اور کوئی عورت سفر نہ کرے مگر یہ کہ محرم کے ساتھ ہو۔“ ایک آدمی اٹھا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ

علیہ وسلم! میری بیوی حج کے لیے نکلی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوے میں لکھا جاچکا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جاؤاور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔“ [صحیح بخاری(۳/ ۳۹۵)]

امام نوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:"اجنبی شخص کا کسی اجنبی عورت کے ساتھ بغیر تیسرے کی موجودگی کے خلوت اختیار کرنا حرام ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے، اگر ان کے ساتھ کوئی ایسا فرد ہو جس کی موجودگی سے وہ نہ شرمائے جیسے دو تین سال کا چھوٹا بچہ تو یہ بھی حرام ہے اس لئے کہ اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے ۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرے تو یہ حرام ہے"۔

* النووی، شرح صحیح مسلم ج۹ ص ۱۵۳ *

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما:”سنو! کوئی شخص کسی شادی شدہ عورت کے پاس رات کو نہ رہے، الا یہ کہ اس کا خاوند ہو یا محرم“۔ [صحیح مسلم(۴/ ۱۷۱۰)]

علماء کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ثیبہ عورت کا ذکر خاص طور سے اس لئے کیا کیوں کہ شادی شدہ عورتوں کے پاس مرد اکثر داخل ہوتے ہیں ، کنواری لڑکیاں مردوں کے روبرو ہونے سے حد درجہ اجتناب کرتی ہیں اور مکمل پردے میں رہتی ہیں ، اس لئے ان کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی اور اس لئے بھی کہ یہ تنبیہ کے باب سے ہے کہ جب اللہ نے شادی شدہ عورتوں کے پاس رات گزارنے سے منع کیا ہے جن کے پاس عام طور سے مرد جانے میں تساہلی برتتے ہیں تو کنواری لڑکیاں بدرجہ اولی اس ممانعت میں داخل ہیں"۔ * النووی، شرح صحیح مسلم ج۱۴ ص ۱۵۳ *

اسی طرح اسلام نے فتنے سے بچانے کے لئے مرد کے رشتہ داروں کو عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے سے ڈرایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:”خود کو اجنبی عورتوں کے پاس جانے سے دور رکھو۔“ ایک

انصاری نے دریافت کیا، اللہ کے رسول! دیور جیٹھ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا: "دیور موت ہے۔" * صحیح بخاری (۳ / ۳۹۵) ح:۵۲۳۲۔ صحیح مسلم:۴/۱۷۱، ح:۲۰/۲۱۷۲ *

اسی طرح اسلام نے عورت کو پردے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ مرد کے جذبات کو نہ بھڑکائے نیز بیمار دل والے ان سے کوئی امید نہ رکھیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَٰرِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ﴾

ترجمہ: مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں۔

* سورہ نور ۳۱ *

اور فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝٥٩﴾

ترجمہ: اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیں گی، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

مقصود یہ ہے کہ چہرے کا پردہ کیا جائے اور اسے چھپایا جائے خواہ دوپٹہ ڈال کر یا نقاب لگا کر یا دوسرے طریقے سے بہر حال پردہ کیا جائے"۔ * سورۃ الحجاب، ص ۳۲۲ *

مسلمان اعلی اخلاق کا حامل ہو اسی لئے اسلام نے اسے نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے تا کہ جذبات کو بھڑکانے والی چیزیں اس کے اندرونی جذبات کو نہ ابھاریں۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا۟ مِنْ أَبْصَٰرِهِمْ وَيَحْفَظُوا۟ فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿٣٠﴾﴾

ترجمہ: مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں۔ یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے۔ سورہ نور آیت ۳۰

اسی طرح راستے کے آداب میں سے یہ بھی ہے وہاں نگاہ نیچی کر کے بیٹھا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔“ لوگوں نے عرض کی: اللہ کے رسول اللہ ﷺ! ہمارے لیے اپنی مجلسوں میں بیٹھے بغیر چارہ نہیں وہی ہم ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم بیٹھے بغیر نہیں رہ سکتے تو راستے کا (جہاں مجلس ہے) حق ادا کرو۔“ لوگوں نے پوچھا: راستے کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نگاہیں جھکا کر رکھنا (چلنے والوں کے لیے) تکلیف کا سبب بننے والی چیزوں کو ہٹانا سلام کا جواب دینا، اچھی بات کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔“

[صحیح بخاری (۲/ ۱۹۶) ح: 2465۔ صحیح مسلم: ۳/۱٦۷۵، ح: ۱۱۴/۲۱۲۱ اور مذکورہ الفاظ صحیح مسلم کے ہی ہیں۔]

اسلام نے عورت کو خوشبو لگا کر مردوں کے پاس جانے سے منع کیا مردان کی خوشبو سے فتنے میں پڑ جائیں یا ان کے جذبات بھڑک جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بھی عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرتی ہے تا کہ وہ اس کی خوشبو سونگھیں (اور اس کی طرف متوجہ ہوں) تو وہ بدکارہ (زانیہ) ہے۔"

* سنن ابی داود (۴/ ۴۰۰- ۴۰۱) *

جب بالغ لڑکے اور لڑکیاں ان نصیحتوں کی پابندی کریں گے تو اس کا اثر سب کی عادتوں پر پڑے گا بایں طور کہ جنسی جذبات مہذب رہیں گے۔

(۲)- تقلید کا میلان اور بہادروں کی عادتوں کا اختیار کرنے کا اہتمام: اسلام نے اس امت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کی نصیحت کی ہے کیوں کہ آپ نے ایک بہترین نمونہ اور اعلی مثالی شخصیت کی مثال چھوڑی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُواْ ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْآخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرًا ۝٢١﴾

ترجمہ: تمہارے لئے رسول اللہ عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالٰی کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالی کی یاد کرتا ہے۔

* سورہ احزاب آیت نمبر ۲۱ *

"یہ آیت کریمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال نیز احوال کی پیروی کرنے میں بڑی بنیادی حیثیت رکھتی ہے، اسی لئے اللہ نے لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ صبر وضبط، جدوجہد اور اللہ کریم کی جانب سے کشادگی کا انتظار کرنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں جس طرح آپ نے غزوہ احزاب کے دن کیا"۔ * تفسیر ابن کثیر ج۳ص ۴۸۳ *

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بہترین اور عالی مرتبت سیرت کی مثال رکھتی ہے، بایں طور کہ اس میں بہادرانہ اوصاف جیسے شجاعت، صبر وشکیبائی اور استقامت، جہاد اور اطاعت کا اظہار ہوتا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت آپ کی عملی زندگی کی تطبیق ہے، جیسا کہ نوجوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک بہترین نمونہ اور عمدہ مثال پاتے ہیں اگر وہ اس کی پیروی کرنا چاہیں، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْـَٔاخِرَ ۚ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْغَنِىُّ ٱلْحَمِيدُ ۝٦﴾

ترجمہ: یقیناً تمہارے لیے ان میں اچھا نمونہ (اور عمدہ پیروی ہے خاص کر) ہر اس شخص کے لیے جو اللہ کی اور قیامت کے دن کی ملاقات کی امید رکھتا ہو، اور اگر کوئی روگردانی کرے تو اللہ تعالیٰ بالکل بے نیاز ہے اور سزا وار حمد وثنا ہے۔

* سورہ ممتحنہ آیت نمبر ٦ *

اسی طرح والد اور مربی حضرات کا قریب البلوغ بچے بچیوں کی زندگی میں بڑا اہم رول ہے، کیوں کہ وہ انہیں اپنے لئے نمونہ سمجھتے ہیں، رات ودن، تنگی وآسانی میں، بھلائی وبرائی کی جگہوں میں نیز اچھائی وبرائی میں نفع و نقصان میں وہ ان کی طرف نگاہ دوڑاتے ہیں تو اسی لئے والد ومربی کو چاہئے کہ وہ قریب البلوغ بچے بچیوں کے لئے مدرسہ میں، گھر میں اور باہر راستے وسڑکوں میں ایک رول ماڈل بن جائیں اور اسلامی اخلاق کی مثال پیش کریں جس پر اسلامی تربیت کے منہج نے ابھارا ہے۔

(٣)- تنقید کا میلان اور اصلاح کی رغبت: جب انسان اس مرحلہ میں پہنچ جاتا ہے تو وہ دوسروں کی اصلاح کے کاز میں شریک ہونے کی خواہش کرتا ہے، اسلامی شریعت اس کی تائید کرتی ہے اور قرآن کی توجیہ کے سایہ میں ان کی ہمت افزائی کرتی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٞ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِۚ﴾

ترجمہ: تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے۔

* سورہ آل عمران، آیت نمبر ۱۰۴ *

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے جو شخص منکر (ناقابل قبول کام) دیکھے، اس پر لازم ہے کہ اسے اپنے ہاتھ (قوت) سے بدل دے، اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل سے (اسے برا سمجھے اور اس کے بدلنے کی مثبت تدبیر سوچے) اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔" * صحیح مسلم (۱/ ۶۹) *

جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ کے احکامات کی تعمیل نہیں کرتا اور آپ نے جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے نہیں رکتا تو پھر معاشرے میں سے ایسے شخص کو پالیتا ہے جو اس پر تنقید کرتا ہے اور اس کو نصیحت کرتا ہے، خاص طور سے جب معاشرے میں بیداری کا درجہ بلند ہو جائے تو یہ اسلامی توجیہ جو کہ انسانی فطرت کے موافق ہے انسان کو اپنے واجبات کے تئیں حساس بناتی ہے اور اس کی مردانگی تربیت، نصیحت اور تعلیم کی محتاج ہوتی ہے، یہاں تک وہ اس کا عادی ہو جاتا ہے اور اس پر وہ مشق کرلیتا ہے، یہیں سے نوجوانوں کی تعلیم نیز ان کی صحیح رہنمائی میں خاندان، مدرسہ، میڈیا اور مسجد کا کردار کھل کر سامنے آتا ہے کہ وہ سب امر بالمعروف اور نھی عن المنکر میں نوجوانوں کی بہترین اور درست رہنمائی کریں۔

(۴) – جذباتی نشوونما: قریب البلوغ نوجوان بچپنے کے مرحلے سے ایک ایسے مرحلے کی طرف منتقل ہوتا ہے جو کہ بچپن سے زیادہ پختگی کا حامل ہوا کرتا ہے، یہ مرحلہ اسے عقل وشعور کے تیار کرتا ہے، یہ فطری بات ہے کہ نوجوان اس مرحلہ میں محبت و نفرت، بہادری و خوف، شرح صدر اور اکتاہٹ جیسے متضاد جذبات کے درمیان پروان چڑھتا ہے، لہذا اس مرحلہ میں بالکل آسان ہوتا ہے کہ اس کی رہنمائی کی جائے

اور عمدہ اخلاق سے آراستہ نیز ایثار و قربانی جیسے جذبات اس میں پروان چڑھائے جائیں، اچھے امور انجام دینے کی اسے رغبت دی جائے اور اچھے کام سے اسے شرح صدر بھی حاصل ہو، نیز برے کام سے نفرت ہو اس کی انجام دہی سے وہ خوف کھائے اور اکتاہٹ محسوس کرے، اسی لئے نوجوان کے جذبات کو بھلائی اور اچھے اخلاق جیسے سچائی، امانت داری، اخلاص، بہادری، شجاعت اور کرم، امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کی طرف موڑنا آسان ہوتا ہے اور نوجوان کی فطرت ان چیزوں کو قبول کرنے کی طرف آمادہ ہوتی ہے، فطرت کی یہ صفائی ان آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور سیرت صحابہ کے ذریعے ہونی چاہئے جو کہ فضائل پر ابھارتی ہیں، دوسری جانب اس کے جذبات کو ان خطوط پر پروان چڑھایا جائے کہ وہ برائی سے نفرت کرے اور اس سے خوف کھائے، اللہ کی سزاوں کا بھی ذکر کیا جائے تاکہ نوجوان بری عادتوں جیسے جھوٹ، غیبت، چغل خوری، خیانت، بزدلی اور گندی چیزوں اور دوسری بری عادات سے اجتناب کرے۔

چونکہ اس مرحلہ میں نوجوان شرمندگی کا بھی مظاہرہ کرتا ہے جو کہ اگر بے جا ہو تو نوجوان کی اخلاقی عزیمت کو کمزور کرکے اس کو تار تار کر دیتی ہے اسی لئے نوجوانوں کو یہ نصیحت کی جائے کہ وہ کھلی چھپی تمام حالت میں اللہ سے لازمی حیا کریں، کیوں کہ حیا ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "ایمان کی شاخیں ستر سے زیادہ ہیں سب سے اعلیٰ درجہ کی شاخ «لا اله الا الله» کہنا ہے، اور سب سے ادنیٰ شاخ، تکلیف دہ چیزوں کا راستہ سے دور کر دینا ہے، اور شرم ایمان کی ایک شاخ ہے"۔ * صحیح بخاری:١/ ٢٠، ح:٩، صحیح مسلم (١/ ٦٣)، ح:٥٨/ ٣٥*

اسی طرح نوجوانوں کو یہ نصیحت بھی کی جائے کہ وہ ان جگہوں پر نہ شرمائیں جہاں شرمانا مذموم ہے جیسے حق بات کہتے ہوئے، علم حاصل کرتے ہوئے اور پند و نصیحت کرتے ہوئے۔

(۵) معاشرتی میلان: انسان فطری طور پر اجتماعیت پسند واقع ہوا ہے، وہ لوگوں سے مانوس ہوتا ہے اور تنہائی و گوشہ نشینی سے دور بھاگتا ہے، لیکن بلوغت کے مرحلہ میں یہ خصوصیت دوسرے مراحل کی بنسبت بڑھ جاتی ہے۔

اسلام نے اس میلان کو بایں طور سنوارا ہے کہ اللہ کی خاطر بھائی چارہ کی نصیحت کی ہے، اس سے مراد وہ سچی ایمانی اخوت ہے کہ "جب خاندان اور امت اس بھائی چارگی سے پر ہوتی ہے تو پھر گہرے نقوش رکھنے والا اجتماعی انقلاب رونما ہوتا ہے، جس کے نتائج دور رس ہوتے ہیں، اسی لئے اللہ نے مومنوں پر یہ احسان کیا ہے کہ انہیں بھائی بھائی بنادیا جو آپس میں ایک دوسرے سے محبت رکھنے والے ہیں"۔

* السلوک الاجتماعی فی الإسلام، ص۲۹۶ *

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَٱبۡتَلُواْ ٱلۡيَتَٰمَىٰ حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغُواْ ٱلنِّكَاحَ فَإِنۡ ءَانَسۡتُم مِّنۡهُمۡ رُشۡدٗا فَٱدۡفَعُوٓاْ إِلَيۡهِمۡ أَمۡوَٰلَهُمۡۖ﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔

تربیتی تطبیقات:

اس مرحلہ کی تطبیقات درج ذیل ہیں:

-اس مرحلہ میں نوبالغ بچوں کی رہنمائی میں خاندان اور مختلف اجتماعی ادارے کی جانب سے پیش کی جانے والی پند ونصیحت کا بڑااہم رول ہوتاہے بشرطیکہ یہ نصیحت ان کی خصوصیات کے مطابق ہو، کیوں کہ ان دنوں نوجوان خیر وپاکیزگی اور فساد سے اجتناب کی نصیحت قبول کرنے کے لیے ایک مناسب مرحلے میں ہوتے ہیں، درج ذیل امور کے ذریعے ان کی رہنمائی کی جاسکتی ہے:

-اس مرحلہ میں مختلف تربیتی پروگراموں اور سرگرمیوں کی روشنی میں ان کو اپنے بھائیوں کے ساتھ تعاون اور معاشرتی میل جول کی نصیحت کی جائے جس سے کہ ان کی ذہنی نشوونما ہو۔

-ان کے لئے اخلاقی بگاڑ کو جن سے بچنا ضروری ہے ان کو واضح کیا جائے نیز یہ بتایا جائے کہ جو لوگ ان اخلاقی بگاڑ میں مبتلا ہیں ان سے بچا جائے، امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کے ذریعے اخلاقی بگاڑ کی اصلاح میں ان کے کردار کو واضح کیا جائے۔

-سیرت نبوی، سیرت صحابہ اور نیک مسلمانوں کی سیرت کی تعلیم کے ذریعے اسلامی سورماوں کے کردار کو ان کے سامنے واضح کیا جائے تاکہ وہ ان کو رول ماڈل سمجھیں بجائے اس کے کہ منحرف لوگوں کو اپنا رول ماڈل سمجھیں جیسے گلوکار اور فلمی ہیرو اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ جو کہ نوجوان لڑکے لڑکیوں کے لئے رول ماڈل ہیں کیوں کہ سماجی ادراوں نے اپنی صحیح تربیتی کردار کو ادا کرنے میں سستی برتی ہے، خاندان کا کردار صرف یہی نہیں ہے کہ وہ جسمانی غذا کی فروانی بہم پہنچائے بلکہ ان کے کردار میں عقلی اور روحانی غذا بھی شامل ہے، بایں طور کہ اس سے اخلاقی اقدار پروان چڑھ سکیں۔

-تربیتی توجیہات کا سلسلہ انسانی عمر کے اسی مرحلہ پر بس نہیں ہو جاتا ہے، بلکہ یہ سلسلہ جوانی و بڑھاپے تک جاری رہتا ہے جیسا کہ آئندہ ذکر کئے جانے والے دونوں مرحلوں کے ذکر سے یہ بات واضح ہو گی۔

مرحلہ عقلمندی (قوت وشباب کا مرحلہ)

اس مرحلہ میں عقلی، جسمانی اور روحانی پختگی نمایاں ہوتی ہے، یہ جذبات و رویئوں پر ضبط رکھتے ہوئے عطا کرنے اور قدرت رکھنے کا مرحلہ ہے، اس مرحلہ کو مرحلہ دانشمندی اور طاقت و جوانی کا مرحلہ کہا جاتا ہے، اس کی وضاحت ذیل میں درج ہے:

دانشمندی، قوت اور جوانی کا مفہوم:

رشد: قاموس المحیط میں رشد کا معنی ہے: "حق کے راستے پر چلنا اور اس پر ڈٹ جانا" * القاموس المحیط، ج ۱، ص ۲۹۴ * "رشد گمراہی کی ضد ہے"۔ * لسان العرب، ج ۳ ص ۱۷۵ *

رشد میں پختگی اور صالحیت دونوں شامل ہیں، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَٱبۡتَلُواْ ٱلۡيَتَٰمَىٰ حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغُواْ ٱلنِّكَاحَ فَإِنۡ ءَانَسۡتُم مِّنۡهُمۡ رُشۡدٗا فَٱدۡفَعُوٓاْ إِلَيۡهِمۡ أَمۡوَٰلَهُمۡۖ﴾

ترجمہ: اور یتیموں کو ان کے بالغ ہو جانے تک سدھارتے اور آزماتے رہو پھر اگر ان میں تم ہوشیاری اور حسن تدبیر پاؤ تو انہیں ان کے مال سونپ دو۔ * سورہ نساء، آیت ۶ *

سعید بن جبیر کہتے ہیں رشد سے مراد یہ ہے جب تم ان کے اندر دینداری اور مال کی حفاظت کرنے کا ملکہ پاو۔

ابن عباس، حسن بصری، اور کئی ایک ائمہ اسلام نے یہی تفسیر بیان کی ہے، جیسا کہ فقہاء کا قول ہے، جب نوجوان دیندار اور مال کے تئیں ذمہ دار ہو تو پھر اس کے کفیل کی دسترس اس کے مال سے ختم ہو جائے گی، اور اس کا جو مال اس کے ولی کے ماتحت تھا وہ اس کے سپرد کر دیا جائے گا"۔

* تفسیر القرآن العظیم ج ۱ ص ۴۶۳. *

اَشُدّ(طاقت و قوت کا مرحلہ): فیروزآبادی نے اشد کا معنی یہ لکھا ہے کہ "حتى بلغ اشده، ش پر ضمہ ہے، یعنی وہ اپنی قوت وطاقت کو پہنچ جائے، اور یہ اٹھارہ سے تیس سال کے درمیان کا مرحلہ ہے"۔

* القاموس المحیط ج ا ص ۳۰۵ *

ابن منظور کہتے ہیں: اَشُدّ کا واحد شدۃ ہے اور شدت طاقت و قوت کو کہتے ہیں اور شدید کہتے ہیں طاقت ور شخص کو، زجاج کہتے ہیں: سترہ سے چالیس سال کی عمر کو کہتے ہیں، مرہ کہتے ہیں: تیس سے چالیس کے درمیان کے وقفہ کو اشد کہتے ہیں ۔

* لسان العرب ج ۳ ص ۲۳۵ **ملخص** *

مرحلہ اشد کی انتہائی عمر چالیس سال ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُۥ وَبَلَغَ أَرۡبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوۡزِعۡنِيٓ أَنۡ أَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتَ عَلَيَّ﴾

ترجمہ: یہاں تک کہ جب وہ پختگی اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہنے لگا اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالاؤں جو تونے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے * سورہ احقاف ، آیت ۱۵ *

کہا ہے: ﴿ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُۥ﴾ یعنی اپنی قوت عقل اور رائے میں درجہ کمال کو پہنچ جائے، اس کی کم تر مدت تینتیس یا تیس سال ہے ﴿ وَبَلَغَ أَرۡبَعِينَ سَنَةً ﴾ یہ اشد کی انتہائی اور ذہنی پختگی کی اکثر مدت ہے "۔ * تفسیر جلالیین ٦٦٨ * ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اشد بردباری کو کہتے ہیں، اسی معنی کو یحیی بن یعمر اور سدی نے بھی اختیار کیا ہے، مجاھد نے ان سے روایت کیا ہے کہ اشد چھتیس سال کی عمر کو کہتے ہیں، ان سے ایک قول یہ بھی مروی ہے کہ اشد تیس سال کی عمر کو کہتے ہیں، ضحاک کے نزدیک اشد، بیس سال کی عمر ہے،

مقاتل کے نزدیک اٹھارہ سال کی، زھری نے احکم تحکیم اللفظ اور کہا ہے: انسان جب بالغ ہوتا ہے تو وہ جوانی کی عمر کو پہنچ جاتا یے اور جب انسان چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو یہ مرحلہ مکمل ہو جاتا ہے، وہ کہتے ہیں: دانشمندی کی آغاز عمر اور انتہاء عمر مقید ہے، لیکن ان کے درمیان کی مدت مقید نہیں ہے، تو دانشمندی کی عمر بلوغت سے چالیس سال کے درمیان کا مرحلہ ہے۔ * تحفة المودود ص ۱۷۸ *

مرحلہ دانشمندی اور طاقتوری کے درمیان تعلق بایں طور ہے کہ وہ دونوں معنی و مراد میں ایک دوسرے میں شامل ہیں، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک دفعہ اللہ نے یتیموں کے سپرد ان کا مال کر دینے کو نکاح کی عمر اور رشد سے جوڑ کر بیان کیا ہے اور دوسری دفعہ اشد یعنی طاقت سے جوڑ کر بیان فرمایا ہے، سورہ انعام میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَا تَقۡرَبُواْ مَالَ ٱلۡيَتِيمِ إِلَّا بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ حَتَّىٰ يَبۡلُغَ أَشُدَّهُۥۚ﴾

ترجمہ: اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد کو پہنچ جائے۔* سورہ انعام آیت نمبر ۱۵۲. *

قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے وہ طاقتور ہو جائیں، طاقت و قوت بدن میں بھی ہوتی ہے اور تجربہ کے ذریعے معلومات حاصل کرنے میں بھی، ان دونوں کا پایا جانا ضروری ہے، کیوں کہ اشد کا لفظ یہاں مطلقاوارد ہوا ہے، اور سورہ نساء میں یتیم کی حالت کے بیان میں اس کا ذکر مقید ہو کر آیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَٱبۡتَلُواْ ٱلۡيَتَٰمَىٰ حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغُواْ ٱلنِّكَاحَ فَإِنۡ ءَانَسۡتُم مِّنۡهُمۡ رُشۡدٗا فَٱدۡفَعُوٓاْ إِلَيۡهِمۡ أَمۡوَٰلَهُمۡۖ﴾

ترجمہ: اور یتیموں کو ان کے بالغ ہو جانے تک سدھارتے اور آزماتے رہو پھر اگر ان میں تم ہوشیاری اور حسن تدبیر پاؤ تو انہیں ان کے مال سونپ دو۔ * سورہ نساء آیت ٦ *

چنانچہ اس آیت میں اللہ نے بدن کی قوت یعنی بلوغت اور معرفت کی قوت یعنی واضح طور پر عقلمندی پائے جانے کو اکٹھے ذکر کیا ہے۔ * الجامع لاحکام القرآن (۷/ ۷۸) *

یہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ اشد جسمانی اور علم و معرفت کی طاقت کو کہتے ہیں، رشد علم و معرفت کی پختگی ہے اور بلوغت جسمانی پختگی ہے، چناچہ رشد، اشد کا ایک جز ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اشد اور رشد یہ دونوں الگ الگ مرحلے نہیں ہیں بلکہ یہ ایک ہی مرحلہ ہے۔

جہاں تک بات ہے ابتدا اور انتہا کے اعتبار سے اس مرحلہ کی مدت کی تحدید کی تو میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس کی سب سے کم مدت سترہ سال کی عمر ہے اور زیادہ چالیس سال کی ہے، اس ترجیح کی وجوہات درج ذیل ہیں:

۱ - سورہ انعام اور سورہ نساء کی دونوں آیت اس پر دالت کرتی ہیں۔

۲ - سورہ احقاف کی آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اشد کی انتہاء عمر چالیس سال کی مدت ہے۔

۳ - عربی زبان کی بڑی ڈکشنریاں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رشد کی کم مدت سترہ سال کی عمر ہے اور اس کی زیادہ مدت چالیس سال کی عمر ہے، یہی ابن منظور نے بھی زجاج سے نقل کیا ہے، اسی طرح اشد یعنی طاقت و قوت عموما اس مدت میں ظاہر ہوا کرتی ہے۔

۴ - اشد سے مراد جسمانی اور معلوماتی پختگی نیز رائے کی پختگی ہے جیسا کہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس طرف اشارہ کیا ہے، اور یہ غالبا اسی انسان میں ممکن ہے جس نے بلوغت کی عمر کو پار کر لیا ہو، شاذ و نادر کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے، اور یہ بات بھی ہے کہ انسان جب چالیس سال کا ہوتا ہے تو اس کی قوتیں مکمل ہو جاتی ہیں۔

۵ - ان اندازوں کی جو علماء کرام نے لگائے ہیں کم تر مدت سترہ سال ہے اور اکثر مدت چالیس سال ہے۔

الشباب: ابن منظور کہتے ہیں: "شباب، نوجوانی اور کم سنی کو کہتے ہیں"۔ * لسان العرب ج ۱ ص ۴۸۰ *

امام نووی کہتے ہیں: "جو شخص بالغ ہو جائے مگر تیس سال کا نہ ہو تو وہ نوجوان ہے"۔ * النووی ج ۹ ص ۱۷۳ *

"شباب، بلوغت سے لے کر تیس سال کی عمر تک کے انسان کو کہا جاتا ہے، شافعیہ نے یہی کہا ہے، قرطبی کہتے ہیں: انسان کو سولہ سال کی عمر تک حدث کہا جاتا ہے پھر بتیس سال تک وہ نوجوان ہے، پھر بوڑھا، شباب کے بارے میں یہی بات زمخشری نے ذکر کی ہے بلوغت سے لے کر بتیس سال کے درمیان کی عمر شباب ہے، ابن شماس مالکی نے (الجواہر) میں یہ ذکر کیا ہے چالیس سال تک شباب ہے"۔ * فتح الباری ج ۹ ص ۱۷۳ *

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرحلہ شباب مرحلہ رشد کے اندر شامل ہے بایں طور کہ اس کا سلسلہ تینتیس یا چالیس سال تک چلتا ہے۔

یہ وضاحتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مرحلہ رشد، اشد اور شباب متعدد مرحلے نہیں ہیں بلکہ ایک ہی مرحلہ۔

مرحلہ رشد (عقل و دانشمندی) کی خصوصیات:

نشاط: یہ مرحلہ بایں طور ممتاز ہے کہ اس میں انسانی کاوش عروج کو پہنچ جاتی ہے، اور انسان اپنی پختگی میں کمال حاصل کر لیتا ہے، یہ مرحلہ حقیقی معنوں میں بخشش و عطا، مقابلہ آرائی اور زندگی کے اصولوں کی پختگی کا مرحلہ سمجھا جاتا ہے"۔ * الاسس النفسیۃ للنمو۔ ص ۳۴۱۔ تالیف: فؤاد البھی السید *

یہ مرحلہ ایسی اخلاقی نصیحتوں کا بھی محتاج ہوتا ہے جو کہ انسان کی عطا و بخشش نیز مقابلہ آرائی کی خو کو مہذب کرے اور خیر کی جانب انہیں گامزن کرے۔

اسی طرح اس مرحلہ میں عقلی قوت، تعلیم اور سمجھ بوجھ کے زیادہ قابل ہو جاتی ہے، وہ زیادتی کے حصول میں گامزن رہتی ہے یہاں تک مرحلہ رشد میں اپنے عروج کو پہنچ جاتی ہے ، اور اس کا اثر انسان کے سلوک و عادات نیز اخلاقی فضائل پر اس کے ادراک سے جھلکتا ہے۔

عقلی قوتیں: بعض تحقیقات اس بات کی جانب اشارہ کرتی ہیں کہ ذکاوت کا درجہ اس مرحلہ میں نوجوانوں کے اندر پختہ ہو جاتا ہے، اس مرحلہ میں ان کے اندر نسبتا تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے، جس کے بہت سے اسباب وعوامل ہیں جیسے کاروباری، معاشرتی اور معلوماتی پہلو * نموالانسان من مرحلۃ الجنین إلی مرحلۃ المسنین فی الإسلام ص ۲۸ *، نوجوان جتنا پڑھا لکھا ہو گا تو وہ مسائل کا حل نکالنے، نتائج اخذ کرنے اور انجام کار کو سمجھنے میں اتنا ہی پختہ ہو گا، اور اس کا اثر بھی اس کے سلوک پر جھلکے گا، سماجی طبقہ جس قدر پڑھا لکھا، سمجھدار اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والا ہوتا ہے تو اس کا اثر بھی نوجوان کی فکر پر پڑتا ہے۔

جذبات: مرحلہ جوانی میں نوجوان کا سلوک اس صفت سے بھی متصف ہو جاتا ہے کہ بچپن میں جو باتیں اسے پریشان رکھتی تھیں ان کے ڈر وخوف سے وہ آزاد ہو جاتا ہے، اس کا خوف جوانی میں معنوی خوف میں تبدیل ہو جاتا ہے بایں طور کہ اس مرحلہ میں انسان ناکامی سے ڈرتا ہے اور اپنے سماجی مقام کی حفاظت کے لئے اپنی کوششیں صرف کر دیتا ہے، اسی لئے اس مرحلہ میں ترغیب وترھیب کی بڑی اہمیت آئی ہے تاکہ نوجوان لوگوں سے ڈرنے کی بجائے اللہ سے ڈرتے ہوئے پرورش پائے، اللہ سے حیا کرے اور لوگوں کے سامنے ذلت سے ڈرنے پہلے وہ قیامت کے دن تمام لوگوں کے سامنے رسوائی سے خوف کھائے۔

اس مرحلہ میں جذبات ماں اور باپ کے جذبے میں بدل جاتے ہیں، مرحلہ رشد میں اس جذبے میں شدت آجاتی ہے، اس مرحلہ میں شادی کے تئیں اس کا نظریہ زیادہ کشادہ ہو جاتا ہے کیوں کہ شادی سے وہ صرف جنسی تسکین نہیں چاہتا بلکہ والدین بننے کی خواہش کو پورا کرنا اور خاندان بڑھانا چاہتا ہے۔

سیکھنے کی رغبت: مرحلہ رشد میں پہنچے انسانوں کی یہ بنیادی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ تعلیم کی طرف راغب ہوتا ہے اور لینے اور دینے کی ضرورت میں دلچسپی لیتا ہے نیز یہ شعور بھی اس کے اندر جانگزیں ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے کام کو کماحقہ ادا کرے۔

اس مرحلہ کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱ - مستقبل کے بارے میں زیادہ غور وفکر اور زیادہ تعلیمی وکاروباری طاقت۔

۲ - مال کمانے کی طرف نوجوانوں کا رجحان۔

۳ - معاشرے کی ضرورت کو سمجھنے کے بعد معاشرے کے اصلاحی کاز اور دیگر خدمات میں شرکت کے لئے عملا متوجہ ہونا۔

۴ - پڑھنے اور خطرات سے کھیلنے کی طرف زیادہ میلان۔

۵ - خالی وقت کی بہتر تنظیم۔

اسلامی توجیہات سے ان خصائص کے لئے صحیح رہنمائی فراہم کی جاسکتی ہے :

۱ - نوجوانوں کو یہ ترغیب دی جائے کہ وہ اخروی ثواب کے حصول میں کوشاں رہیں نیز دنیا میں اپنے حصے کو فراموش نہ کریں۔

۲ - اللہ کے حلال کردہ امور کی روشنی میں ان کے لئے معاش کے ذرائع درست طریقے سے بتائے جائیں۔

۳ - معاشرتی اصلاح کے لئے ان کی جو رغبت ہوتی ہے اس کو بایں طور درست کیا جائے کہ ان کو بتایا جائے کہ معاشرتی اصلاح کا کاز امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کے ذریعے ہو، نیز انہیں بھائیوں کی مدد اور نیت کی درستگی کی بھی نصیحت کی جائے تاکہ ان کا عمل خالص اللہ کے لئے ہو۔

۴ - نفع بخش کتابوں کی طرف ان کی رہنمائی کی جائے جیسے)

صحیح عقیدے کی کتابیں، فقہ کی کتابیں، ان کے پیشے سے متعلق کتابیں نیز دوسری نفع بخش کتابیں)۔

اس مرحلہ کے لئے اسلامی رہنمائیاں:

یہ مرحلہ، جوانی، عقلی، جسمانی اور جذباتی پختگی کا مرحلہ ہے، یہی وہ مرحلہ ہے جس میں غالبا نوجوان شادی کرسکتے ہیں جو کہ ان کی نگاہ کو نیچی رکھنے اور شرمگاہ کو فواحش سے بچانے کا ذریعہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو شادی پر جب کہ شادی کے اسباب مہیا ہوں ابھارا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص نکاح کی قدرت رکھتا ہو وہ ضرور شادی کرلے کیونکہ یہ نگاہ نیچا کرتی ہے اور بدکاری سے بچاتی ہے اور جو شخص اس کی قدرت نہ رکھتا ہو تو وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ شہوت کو توڑنے والا ہے۔“

* بخاری(۳/ ۳۵۵) ' ح:۵۰۶۶۔ صحیح مسلم:۲/۱۰۱۹' ح:۳*

حوالہ نمبر ایک * باءۃ سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں دو قول ہے، اور ان دونوں کا معنی ایک ہی ہے، ان میں سب سے صحیح قول یہ ہے کہ باءۃ سے مراد اس کا لغوی معنی ہے یعنی جماع چنانچہ تقدیری عبارت یوں ہوگی کہ، جو تم میں سے جماع کرسکتا ہو اس کے اسباب پر قدرت رکھنے کی وجہ سے اور اس سے مراد نکاح کے اسباب ہیں تو وہ شادی کرلے لیکن جو اسباب کی عدم فراہمی کی وجہ سے جماع پر قادر نہ ہو تو پھر وہ اپنی شہوت کو ختم کرنے کے لئے روزے رکھے۔۔۔ دوسرا قول یہ ہے کہ باءۃ سے مراد نکاح کے ساز وسامان ہیں، امام نووی نے اسے مسلم کی شرح میں ذکر کیا ہے۔ *ج٦ص ۱۷۳ *

حوالہ نمبر ۲ * الوجاء کے معنی وطی کے ہیں' یعنی: روزہ نکاح کی خواہش کو ختم کر دیتا ہے جس طرح وطی سے یہ خواہش کم ہو جاتی ہے۔ النہایۃ: ۵ / ۱۵۲

شادی جنسی اور پدرانہ جذبات کی تسکین کے ساتھ اعضاء وجوارح کے لئے بھی باعث سکون ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا﴾

ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے تم کو ایک تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس اپنے جوڑے سے انس حاصل کرے۔ * اعراف ۱۸۹ *

مزید فرمایا:

﴿وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا لِّتَسْكُنُوٓا۟ إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾﴾

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی، یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

* سورہ روم ۲۱ *

"اس بندھن میں نفس اور اعضاء وجوارح کے سکون کا سامان اور جسم و دل کی راحت اور زندگی و معاش کے لئے استقرار رکھ دیا گیا ہے"۔ * فی ظلال القرآن ج ۵ ص ۲۷۶۳ *

نکاح انسان کو پر سکون مزاج، اور مستقر نفس بناتا ہے، اور اس کا بلاشبہ انسان کے سلوک و معاملات پر مثبت

اثر پڑتا ہے"۔

اسی طرح اسلام نے مذموم افعال سے منع کیا ہے کیوں کہ مرد و عورت کے اخلاق پر اس کا برا اثر پڑتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اہل جہنم کے دو قسمیں ایسی ہیں جن کو (دنیوی زندگی میں) میں نے (خود) نہیں دیکھا۔ ایک گروہ وہ ہے جس کے پاس گایوں کی دموں کی طرح سے کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے اور (دوسرے گروہ میں) وہ عورتیں ہیں جو لباس پہنے ہوئے (بھی) ننگی ہوں گی، دوسروں کو (گناہ پر) مائل کرنے والی، خود مائل ہونے والی ہوں گی۔ ان کے سر (علاقہ) بخت کی اونٹنیوں کے ایک طرف جھکے ہوئے کوہانوں جیسے ہوں گے۔ یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اسکی خوشبو سونگھیں گی۔ حالانکہ اس کی خوشبو اتنے اتنے (لمبے) فاصلے سے محسوس ہوتی ہوگی۔“

[صحیح مسلم (۳/ ۱۸۶۰)، ح:۱۲۵/۲۱۲۸]

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:" نبی ﷺ نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو مخنث بنتے ہیں اور ان عورتوں پر بھی لعنت کی ہے جو مردوں کا روپ دھارتی ہیں، نیز آپ نے فرمایا: انہیں اپنے گھروں سے نکال دو، چنانچہ آپ نے فلاں کو گھر سے نکالا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی فلاں کو نکالا تھا"۔

[صحیح بخاری:۴/ ۷۲، ح:۵۸۸۶]۔

چار نمبر کا حوالہ * امام نووی کہتے ہیں: اس حدیث میں ان دونوں صنف کی مذمت بیان ہوئی ہے، اس کے معنی کے بارے میں کہا جاتا ہے اللہ کی نعمتوں سے بھری پُری اور اس کے شکر سے عاری، ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یعنی ایسی عورتیں جو اپنے جسم کے کچھ حصے کو چھپاتی ہیں اور کچھ حصے کو کھولے رکھتی ہیں اپنی حالت کو ظاہر کرنے کے لئے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے: وہ ایسے باریک لباس پہنتی ہیں جن سے ان کے جسم کی رنگت عیاں ہوتی ہے، مائلات کے معنی کے بارے میں کہا گیا ہے یعنی اللہ کی اطاعت سے روگردانی

کرنے والیاں اور جس کی حفاظت ان پر ضروری ہے ان کی حفاظت نہ کرنے والیاں، ممیلات یعنی دوسروں کو اپنی غلط حرکتیں سکھانے والیاں ۔ایک معنی یہ بھی ہے کہ:مائلات یعنی کبر و غرور کے ساتھ کندھے ہلاتی ہوئی چلنے والیاں۔ایک قول یہ بھی ہے کہ مائلات یعنی ملنے والی چوٹیاں بنانے والی عورتیں جو کہ فسق وفجور کرنے والی عورتوں کی پہچان ہے اور ممیلات کا معنی یہ کہ دوسری عورتوں کو بھی اسی طرح کی چوٹیاں کرنے والی عورتیں۔(ان کے سر اونٹ کی کوہان کی طرح ہوں گے)اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے سر پر پگڑی یا ایسے دوپٹے لپیٹیں گی جس سے ان کے سر بڑے نظر آئیں گے۔

صحیح مسلم بشرح النووی(۱۴/ ۱۱۰)

اسی طرح اسلام مسلمانوں کے اندر عفت و پاکدامنی جیسے اخلاق کی آبیاری کرتا ہے اور اس خو کو پروان چڑھاتا ہے کہ مسلمان آدمی لوگوں کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے جب کہ وہ جوانی اور عقلی وجسمانی پختگی کے مرحلے میں ہو، کیوں کہ اس مرحلہ میں وہ کمانے اور دوسروں کو دینے پر زیادہ قادر ہوتا ہے بجائے اس کے کہ وہ دوسروں سے لے اور لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے کی ذلت اٹھائے، لوگ یا تو دیں گے یا منع کردیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص صبح کو نکلے اپنی پشت پر لکڑیاں اکھٹی کرلائے اور اس سے صدقہ کرے اور لوگوں(کے عطیوں)سے بے نیاز ہو جائے، وہ اس سے بہتر ہے کہ کسی آدمی سے مانگے، وہ(چاہے تو)اسے دے یا(چاہے تو)محروم رکھے، بلاشبہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے افضل ہے اور(خرچ کرے کی)ابتدا ان سے کرو جن کی تم کفالت کرتے ہو۔“

[صحیح بخاری:۴/ ۷۲،ح:۵۸۸۶۔ صحیح مسلم:۲/ ۷۲۱،ح:۱۰۶/ ۱۰۴۲]

جب ان اسلامی توجیہات کے تئیں مسلمانوں کی بیداری میں کمی آئی تو مسلم ممالک کے بعض نوجوانوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ بھیک مانگنے کا پیشہ اختیار کئے بیٹھے ہیں گویا کہ بھیک مانگنا دوسرے مشروع پیشوں کی طرح

ایک پیشہ ہو، اس کی وجہ صرف اسلامی اخلاق اور ہدایات کے تیئں بیداری کی کمی ہے، جس نے ان کے اخلاق کو اس حد تک پست کر دیا ہے کہ وہ مسلمان کی شرافت کو بالکل بھی زیبا نہیں ہے۔

چونکہ یہ مرحلہ، خاندان کی بناوٹ اور زندگی گزارنے کے لئے کسی پیشے کو اختیار کرنے کا مرحلہ ہے، تو اسی لئے انسان اپنے خاندان کے اخلاق کا بھی ذمہ دار ہے نیز وہ اپنے عمل میں بہترین نمونہ بھی سمجھا جاتا ہے کیوں کہ وہ اپنے اہل خانہ اور معاشرے کے سامنے نمونہ ہوتا ہے لہذا اس پر ضروری ہے کہ وہ عمدہ اخلاق سے آراستہ ہو، مثال کے طور پر یہ کہ وہ گھر والوں اور ارد گرد والوں کے لئے نرم خو ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عائشہ! اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا اور نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی کی بنا پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو درشت مزاجی کی بنا پر عطا نہیں فرماتا، وہ اس کے علاوہ کسی بھی اور بات پر اتنا عطا نہیں فرماتا۔“

[صحیح بخاری (۴/ ۹۵- ۹۶)، ح: ۶۰۲۴۔ صحیح مسلم: ۴/ ۲۰۳-۲۰۴، ح: ۷۷/ ۲۵۹۳]

نیز اسے چاہئے کہ وہ تکبر سے دور رہے کیوں کہ تکبر ایک ایسی عادت ہے جو ان نوجوانوں کو لگ جاتی ہے جن کی تربیت اسلامی خطوط پر نہ ہوئی ہو، بایں طور کہ وہ صحتیابی، جسمانی عقلی اور عملی قوت پر فخر کرنے لگتا ہے، اسلام تواضع، طبعی جمال اور اچھے اخلاق کی طرف انسان کی رہنمائی کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو گا، وہ جنت میں داخل نہ ہو گا۔“ ایک آدمی نے کہا: انسان چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کے جوتے اچھے ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ خود جمیل ہے، وہ جمال کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر: حق کو قبول نہ کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔“

[صحیح مسلم (۱/ ۹۳) ، ح: ۱۴۷-۹۱]

اس حدیث سے یہ فائدہ حاصل ہو رہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ انسان خوبصورت لباس زیب تن کرے نیز بغیر غرور اور فضول خرچی کے ان کی صفائی کا خیال رکھے، یہ انسان کے طبعی جمال کا حصہ ہے نیز

بندے پر اللہ کی نعمت کا اظہار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھنا پسند کرتا ہے"۔ [سنن ترمذی(۵/ ۱۱۴)' ح:۲۲۶۰-۲۹۸۵]

اسلام نے انسان کی یہ رہنمائی کی ہے کہ وہ عمدہ اخلاق سے آراستہ ہو جو کہ معاشرے کے افراد کے مابین محبت اور بھائی چارگی کو تقویت دینے کے ذرائع میں سے ہے، نیز اسلام نے ان تمام باتوں سے منع کیا ہے جو کہ جدائی اور بغض تک لے جاتی ہیں جیسے بدظنی، تجسس اور حسد، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ کیونکہ بدگمانی کی باتیں اکثر جھوٹی ہوتی ہیں ایک دوسرے کے عیوب کی جستجو نہ کرو اور نہ کسی کی جاسوسی ہی کرو۔ آپس میں حسد نہ کرو۔ ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اور نہ باہم بغض ہی رکھو۔ اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔“

[صحیح بخاری(۴/ ۱۰۳) ' ۶۰۶۴۔ صحیح مسلم:۴/ ۱۹۸۵' ح:۲۸/ ۲۵۶۳]

یہ خصلتیں اسی مرحلہ کے لئے خاص نہیں ہیں بلکہ مسلمان کو پہلے مرحلہ سے ہی ان عادات کا عادی ہونا چاہئے، ہاں مگر اس مرحلہ میں ان خصائل کی اہمیت دوبالا ہو جاتی ہے، اس لئے کہ انسان اس مرحلہ میں عقلی پختگی کے درجہ کمال کے قریب ہوتا ہے ساتھ ہی وہ اپنے گھر والوں کے لئے نمونہ بھی بن جاتا ہے، تو اگر اب وہ اس مرحلہ میں ان عمدہ عادتوں سے آراستہ نہ ہو گا تو پھر کب ہو گا؟

تربیتی تطبیقات:

اس مرحلہ کی خصوصیات سے مناسبت رکھنے والی چند تربیتی تطبیقات کو ذیل میں پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے:

-نوجوان لڑکے لڑکیوں کی شادی کو آسان بنایا جائے تا کہ شرمگاہوں کی اور نسل ونسب کی حفاظت ہو سکے، نسل بڑھے اور اخلاق درست خطوط پر گامزن رہیں، ضروری ہے کہ مساجد اور دوسرے ذرائع ابلاغ اس بارے میں نصیحت اور رہنمائی کیا کریں تا کہ معاشرے میں اچھے اخلاق کا دور دورہ ہو اور برے اخلاق پنپ نہ سکیں۔

-یونیورسٹیز نیز تمام تر اسلامی اداروں سے عام آداب کو نشر کئے جانے کا عمل ہو۔

- مسلمان کی زندگی میں عمل کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے اور انہیں عمل پر ابھارا جائے، سماج میں یہ بیداری پیدا کی جائے کہ نوجوانوں میں دست سوال دراز کرنے کی جو بیماری پائی جاتی ہے اسے دور کرنے کی جتن کی جائے کیوں کہ اس کی وجہ سے بے روزگاری اور انحراف پیدا ہوتا ہے۔

- بعض نوجوانوں کے اندر جذباتیت عام ہوتی جارہی ہے ' اس سے انہیں روکا جائے بایں طور کہ سماج کے مختلف ادارے اس سلسلے میں پیش قدمی کریں اور مختلف ذرائع سے ان کا مقابلہ کریں۔

بڑھاپے کا مرحلہ:

یہ مرحلہ اخلاقی نشو و نما کے تعلق سے اہم پہلو کی نمائندگی کرتا ہے، نیز یہ مرحلہ اپنے بعد آنے والوں کے لئے نمونہ کی حیثت بھی رکھتا ہے، اس لئے کہ اس مرحلہ میں پہنچے ہوئے افراد زندگی کا زیادہ تجربہ رکھتے ہیں کیوں کہ انہوں نے علوم و معارف کو سیکھا اور اس سے اکتساب فیض کیا ہوتا ہے۔

شیخوخۃ کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ :

شیخ لغت میں اس کو کہتے ہیں " جس کی عمر بڑھ چکی ہو یا پچاس اور اکاون سال سے لے کر آخری عمر تک یا اسی سال تک کی عمر کو کہتے ہیں"۔ * القاموس المحیط ج ۱ ص ۲۶۳ *

ابن منظور شیخ کی تعریف میں رقم طراز ہیں " شیخ سے مراد وہ شخص ہے جس کی عمر بڑھ جائے اور اس پر بڑھاپا ظاہر ہو جائے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ پچاس سال سے لے کر عمر کی انتہا تک انسان شیخ ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اکاون سال کی عمر سے لے کر آخر عمر تک کا انسان شیخ ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ پچاس سال سے لے کر اسی سال کا شخص شیخ ہے"۔ * لسان العرب ج ۳ ص ۳۱ *

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوٓا۟ أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا۟ شُيُوخًا﴾

ترجمہ: وہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا پھر تمہیں بچہ کی صورت میں نکالتا ہے، پھر (تمہیں بڑھاتا ہے کہ) تم اپنی پوری قوت کو پہنچ جاؤ پھر بوڑھے ہو جاؤ۔

[سورہ غافر ٦٧]

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں " جس کی عمر چالیس سال سے بڑھ گئی وہ شیخ ہے "۔

* الجامع لاحکام القرآن ج ۱۵ ص ۲۱۵ *

اصطلاحی اور نفسیاتی اعتبار سے ہم پاتے ہیں کہ کچھ لوگ بڑھاپے کے مرحلے کو ساٹھ سال کی عمر تک موخر کرتے ہیں، جیسا کہ ذیل کی تقسیم سے واضح ہو رہا ہے :

۱ - آغاز جوانی ۲۱ سے ۴۰ تک۔

۲ - درمیانی عمر ۴۰ سے ۶۰ تک۔

۳ - بڑھاپا ۶۰ سے عمر کی انتہاء تک۔

جو بات ظاہر ہو رہی ہے وہ یہ کہ یہ مرحلہ چالیس سال کے بعد شروع ہوتا ہے، جیسا کہ امام قرطبی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے، بایں طور کہ چالیس سال کی عمر میں انسان کی عمر بڑھ جاتی ہے اور ایسی عادت بھی ظاہر ہوتی ہے جو بڑھاپے کی غمازی کرتا ہے، اسی طرح یہ مرحلہ قرآن میں بالترتیب مرحلہ اشد کے بعد آیا ہے اور مرحلہ رشد چالیس سال کی عمر میں مکمل ہو جاتا ہے، مرحلہ شیخوخۃ کی انتہاء عمر ختم ہونے کے ساتھ ہوتی ہے۔

مرحلہ شیخوخۃ کی خصوصیات :

اس مرحلہ کے وہ افراد جو جسمانی اور عقلی کمزوری کی حد تک نہ پہنچے ہوں ان کی کچھ خصوصیات ہیں جیسے عقلی پختگی، دوررسی، امور و معاملات پر درک، تجزیہ افکار کی صلاحیت اور جذبات پر کنٹرول۔ یہ خصوصیات اخلاقی نظم وضبط کو بحال رکھنے میں ان کی مدد کرتی ہے، اور ان کی بزرگی وو قار میں اضافہ کا باعث بھی بنتی ہیں۔

ذیل کے نقاط میں اس مرحلہ کی اہم خصوصیات کی تخصیص کی جاتی ہے:

-طاقت و قوت میں دھیرے دھیرے کمی آجاتی ہے، ابن قیم رحمہ اللہ کا کہنا ہے: چالیس سال کے بعد طاقت و قوت میں کمی آنے لگتی ہے اور دھیرے دھیرے طاقت کمزور ہونے لگتی ہے جس طرح دھیرے دھیرے وہ بڑھی ہوتی ہے۔ *تحفۃ المودود ص ۱۷۸ *

-عمر بڑھنے کی وجہ سے سیکھنے کی قوت کا کوئی واضح اثر نہیں ہوتا ہے۔

-بڑوں کی قوت فہم چھوٹوں کی قوت فہم سے زیادہ ہوتی ہے اور یہ ان کے سمجھنے نیز مختلف مسائل کا تجزیہ کرنے سے واضح ہوتا ہے، یہ کوئی مطلق بات نہیں ہے بلکہ طویل تجربہ اور تعلیمی حالت کا بھی بڑوں کے سلوک اور سمجھ بوجھ میں بڑا اثر ہوا کرتا ہے، اسی لئے ضروری ہے کہ بڑوں کی تعلیم کا طریقہ واضح ہو نیز وہ ان کی قوت سے مناسبت بھی رکھتی ہو۔

-بڑے بزرگ اہم امور کو سمجھتے ہیں اور فوراً ان کے بنیادی عناصر کا تجزیہ کر دیتے ہیں۔

-بڑے بزرگوں کے جذبات نوجوانوں سے زیادہ اور شدید ہوتے ہیں تاہم ان کے جذبات میں ٹھہراو پایا جاتا ہے۔ * الأسس النفسية للنمو ص ۳۷۷ *

-اہم فیصلوں میں وہ اپنے جذبات پر کنٹرول اور انہیں روکنے کی قدرت رکھتے ہیں، توجہات اسلامیہ کے باب میں اس کا بیان آئے گا۔

-بزرگ حضرات تنقید پسند نہیں کرتے ہیں بلکہ اس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں وہ جذبات کے معاملے میں نوجوانوں سے کم متذبذب ہوا کرتے ہیں۔ * حوالہ سابق ص ۴۱۰ *

-آرزو دراز، اور خواہش حیات ان کا خاصہ ہے، اس کا بیان آگے آئے گا۔

-اس مرحلہ کے آخر میں نفسیاتی ہم آہنگی کی صلاحیت کمزور پڑ جاتی ہے، اس لئے کہ انسان جب معاشرے میں اپنے مقام ومرتبہ کو محسوس کرلیتا ہے تو یہ چیز اس کے ذہنی ہم آہنگی پر بھی اثر انداز ہوتی ہے اور اس کا نتیجہ ان کے سلوک سے ظاہر ہوتا ہے۔ * سیکولوجیۃ الشیخوخۃ فی الضوء الھدی الإسلامی ص ۵۱ *

جب بزرگوں کی عمر بڑھتی ہے اور وہ درازی عمر سے جھوجھتے ہیں تو پھر ان کی قوت پر بھی آہستہ آہستہ کمزوری کا اثر ظاہر ہونے لگتا ہے اور اس مرحلہ میں انسان معاشرے میں اپنے مقام کے تحفظ میں بڑی دشواریوں کا سامنا کرتا ہے کیوں کہ اس کے اردگرد چیزیں بڑی ہی تیز سے بدل رہی ہوتی ہیں۔۔۔۔

* الأسس النفسیۃ للنمو۔ ص ۳۴۲ *

معاشرتی تبدیلیاں، مادی منفعتیں اور اردگرد کے لوگوں کا اپنے معاملات میں مشغول ہونا یہ ایسی باتیں ہیں جو بوڑھے انسان کی نفسیات پر اثر ڈالتی ہیں، اور اس کا اظہار اس کے سلوک سے ہوتا ہے، غیر اسلامی معاشرے میں اس مرحلہ میں مشکلات ظاہر ہوتی ہیں کیوں کہ وہاں بڑی عمر کے لوگوں کے تیئں کم اہتمام پایا جاتا ہے، بچے انہیں اولڈ ہوم میں چھینک آتے ہیں، کیوں کہ عزت واحترام اور قدر شناسی ان کے نزدیک مادی فائدے پر مبنی ہوتے ہیں۔

بزرگ حضرات کو دوسرے لوگوں کی بنسبت مہربانی، نرمی اور قدر شناسی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور وہ اس کے زیادہ حق دار بھی ہیں، کیوں کہ انہوں نے اپنے سابقہ مراحل میں بڑھاپے کے لئے زیادہ نوازشیں پیش کیں، چہ جائیکہ یہ اسلامی واجب ہے اور اس کے ذریعے بندہ اللہ کا تقرب حاصل کرتا ہے، اسی لئے ہم پاتے ہیں کہ اسلامی توجیہات ان کی عزت اور معاشرے میں ان کے مقام کے بارے میں بہترین رہنمائی پیش کرتی ہے۔

انسان کی ذہنی ہم آہنگی کو جو چیز پورا کر سکتی ہے اس میں سب سے اہم صحیح عقیدہ ہے، سچے ایمان سے انسان حالات پر راضی رہنا سیکھتا ہے، اور اسی سے ارد گرد کے ماحول میں رہتے ہوئے انسان اور مادی و معنوی مظاہر کے درمیان ذہنی ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے، اور اسی سے اسے نفسیاتی آسودگی و اطمنان بھی حاصل ہوتا ہے اور دوسروں کے ساتھ اس کے جذبات کا نظم وضبط بحال ہوتا ہے۔

اسی طرح صحیح ایمان اس مرحلہ کے آخر میں انسان کو لاحق ہونے والے جسمانی، جذباتی اور معاشرتی تبدیلیوں پر راضی برضا رہنے میں بھی مددگار ہوتا ہے۔

* سیکولوجیۃ الشیخوخۃ فی الضوء الھدی الإسلامی ص ۵۱ *

اس مرحلہ کے لئے اسلامی رہنمائیاں:

اسلام نے اس مرحلہ کے افراد کے سلوک وبرتاو کے لئے ایسی توجیہات پیش کی ہیں جو ان کے مقام و مرتبہ نیز دوسروں کے سلوک میں ان کی تاثیری شخصیت کے ہم آہنگ ہے، اس لئے کہ بزرگ ذمہ دار افراد ہوتے ہیں، اور ذمہ داروں کو ذمہ داری کے شایان شان صفات سے متصف ہونا چاہئے، اسی طرح اسلام نے ان کی بایں طور تکریم کی ہے کہ ان کی قدر دانی نیز ان کے احترام کو دوسروں پر واجب کر دیا ہے، ذیل میں وہ اسلامی توجیہات پیش کی جاتی ہیں:

-بوڑھے شخص نے شادی کر کے پاکدامنی حاصل کر لی ہوتی ہے نیز اس مرحلہ میں ان کا جنسی میلان بھی کمزور پڑ چکا ہوتا ہے، تو اب اگر وہ اللہ کی حرام کردہ امور کا ارتکاب کرتا ہے تو خود کو اللہ کے سخت عذاب کے لئے پیش کر دیتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑھاپے میں خاص طور سے جنسی انحراف سے ڈرایا ہے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین (قسم کے لوگ) ہیں جن سے اللہ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک فرمائے گا (ابو معاویہ) نے کہا: نہ ان کی طرف

دیکھے گا) اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے: بوڑھا زانی، جھوٹا حکمران اور تکبر کرنے والا عیال دار محتاج۔" [صحیح مسلم(۱/ ۱۰۲- ۱۰۳) ' ح:۱۷۲-۱۰۷]

امام نووی کہتے ہیں کہ: قاضی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :اس کا سبب یہ ہے کہ ان تمام افراد نے مذکورہ معاصی کا ارتکاب اس وقت کیا جب کہ وہ اس سے دور تھے، انہیں اس کی ضرورت بھی نہیں تھی، نیز اس کے اسباب بھی کمزور تھے، اگرچہ گناہ پر کسی کو معذور نہ سمجھا جائے گا تاہم جب انہیں اس گناہ کو انجام دینے کی کوئی اضطراری ضرورت نہ تھی اور نہ گناہ کے اسباب ان کے پاس متوفر تھے تو پھر ان پر اقدام کرنا اللہ سے دشمنی مول لینے، اللہ کے حق کو کمتر جاننے اور بلاضرورت گناہ کا ارادہ کرنے کے مشابہ ہے، اس لئے کہ بوڑھے شخص کی عقل پختہ ہوتی ہے، طویل زمانہ گزارنے کی وجہ سے اس کو سب کچھ معلوم ہوتا ہے، جماع کے اسباب کمزور پڑ چکے ہوتے ہیں اسباب کی کمی وجہ سے عورتوں کی خواہش دم توڑ چکی ہوتی ہے، نیز اس کے پاس ایسے اسباب موجود ہوتے ہیں جو ان کے لئے راحت بخش ہوتے ہیں تو زنا کر کے حرام کاری کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے، زنا تو جوانی، جنسی خواہش کی فراوانی، کم جانکاری، شہوت کا غلبہ، عقل اور عمر کی کمی کے باعث ہوا کرتا ہے"۔ * صحیح مسلم، بشرح النووی، ج ۲، ص ۱۱۷. *

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے عذر کے متعلق حجت تمام کر دی جس کی موت کو مؤخر کیا یہاں تک کہ وہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ گیا۔" [صحیح بخاری(۴ /۱۷٦)برقم(٦۴۱۹)۔]

چونکہ بوڑھا شخص دنیا اور مال کی محبت میں گرفتار ہوتا ہے اور اس وقت اسے دوسروں سے زیادہ معاملات کا تجربہ اور معاملات کی سمجھ ہوتی ہے نیز وہ اپنی خواہشات اور جذبات پر کنٹرول کرکے اس پر جیسے چاہے تصرف کر سکتا ہے اسی لئے اس کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ دنیا اور مال کی لالچ میں اس حد تک گرفتار ہو جائے کہ یہ لالچ اس کے دل کو اللہ کی عبادت سے غافل کر دے، امام مسلم نے ایک باب باندھا ہے، باب:

کراھیۃ الحرص علی الدنیا* مسلم(۲ / ۷۲۴)* اور اس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ذکر کیا ہے: ''دو چیزوں کی محبت میں بوڑھے کا دل بھی جوان رہتا ہے: زندگی لمبی ہونے اور مال کی محبت میں۔'' ۔

[صحیح مسلم:۲/۷۲۴، ح:۱۱۳- ۱۰۴۶]

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "بوڑھے شخص کا دل پوری طرح مال کی محبت میں گرفتار ہوتا ہے اور مال کی محبت اس کے دل میں اس طرح مستحکم ہوتی ہے جیسے جوانی کے دنوں میں قوت جوانی مستحکم ہوتی ہے"۔ * صحیح مسلم بشرح النووی، ج۷، ص(۱۳۸)*

مال جمع کرنے کی بے انتہاء خواہش میں پڑ کر بوڑھا شخص تربیت اولاد سے بھی غافل ہو جاتا ہے، بعض اوقات وہ اولاد کو گنوا بیٹھتا ہے اور ان کی تربیت کے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے اور ان کی گمراہی کا ذمہ دار بھی ٹھہرتا ہے، یہ اسلامی اخلاق نہیں ہے کہ والد اپنے اولاد کی تربیت اور دیکھ بھال کی ذمہ داری ضائع کر دے۔

اس مرحلہ کے اسلامی آداب میں یہ بھی شامل ہے کہ بوڑھا شخص اپنے سفید بالوں میں خضاب لگائے اور کالے خضاب سے اجتناب کرے، انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" سفید بالوں کو رنگ دو لیکن کالے رنگ سے اجتناب کرو"۔

مسند احمد(۳/ ۲۴۷) اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

اسی طرح سفید بالوں کو اکھاڑنا بھی مناسب نہیں ہے جیسا کہ کچھ بوڑھے لوگ جن میں سفیدی ظاہر ہوتی ہے تو وہ ایسا کرتے ہیں، سفید بال وقار کی علامت ہیں ساتھ ہی یہ مسلمان شخص کے لئے نور کا باعث بھی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سفید بال مت نوچا کرو، جس کسی مسلمان کے بال حالت اسلام میں سفید ہو جائیں قیامت کے دن یہ اس کے لیے نور کا باعث ہوں گے۔'' اور یحییٰ کی روایت میں ہے۔''اللہ تعالیٰ ایک ایک بال کے عوض اس کی نیکی لکھتا ہے اور ایک گناہ دور کرتا ہے۔''

[سنن ابو داود(۴/ ۴۱۴) ، ح:۴۲۰۴، البانی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔]

-جو شخص اس مرحلہ کو پہنچ جائے اسے چاہئے کہ وہ اسلامی آداب کا زیادہ پاس ولحاظ کرے، اگرچہ یہ امر ہر مرحلہ میں مطلوب ہے تاہم اس مرحلہ میں بوڑھے شخص کو ایسی قوت حاصل ہو جاتی ہے جو کہ شدید بھڑکنے کی جگہ پر بھی اسے اپنے جذبات کو کنٹرول کرنے میں مددگار ہوتی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:(ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک نوجوان آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں روزے کی حالت میں بوسہ لے سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اس کے بعد ایک بزرگ شیخ تشریف لائے اور عرض کیا: کیا میں روزے کی حالت میں بوسہ لے سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر ہم ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ تم کیوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہو۔ بوڑھے آدمی کو اپنے نفس پر کنٹرول ہوتا ہے)۔

[مسند احمد(۲/ ۱۸۵) ، اس حدیث میں کلام ہے۔ دیکھیں: مجمع الزوائد:۳/۱۶۶]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:(ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے مسئلہ پوچھا کہ روزہ دار شخص بیوی کے ساتھ لیٹے یا نہ لیٹے؟ آپ ﷺ نے اس کو اجازت دی۔ پھر دوسرا آیا اور اس نے بھی آپ ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھا۔ آپ ﷺ نے اس کو منع فرمادیا۔ دراصل آپ ﷺ نے جس کو اجازت دی، وہ بوڑھا تھا اور جس کو منع فرمایا، وہ جوان تھا۔)۔

[سنن ابو داود(۲/ ۷۸۱- ۷۸۰)، ح:۲۳۸۷، البانی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔]

دوسرے ناحیہ سے دیکھیں تو اسلام نے اس مرحلے کو احترام وقدر عطا کیا ہے، چھوٹوں کو یہ نصیحت کی کہ وہ بڑوں کا احترام کریں، اولاد کو یہ نصیحت کی کہ وہ اپنے والدین کا خیال رکھیں، ان کی ذمہ داری اٹھائیں اور ان

سے لطف و مہربانی والا معاملہ کریں، اولاد سے کچھ ایسی بات سرزد نہ ہو جس سے والدین کو ڈانٹ وڈپٹ کا احساس ہو، والد اور بڑے بوڑھوں کے تئیں اولاد کے لئے درج ذیل اسلامی توجیہات ہیں :

-اسلام نے اولاد کو بڑوں کا احترام کرنے پر ابھارا ہے، کیوں کہ اسی کے ذریعے بڑوں کے حقوق کا تحفظ نیز ان کے مقام و مرتبہ کا احساس دلانا ممکن ہے، یہ اسلام کے آداب کریمانہ اور اخلاق شریفانہ میں سے ہے، ابن عمر رضی اللہ عنھما سے مروی ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے خواب میں خود کو دیکھا کہ میں ایک مسواک سے دانت صاف کر رہا ہوں، اس وقت دو آدمیوں نے (مسواک حاصل کرنے کے لیے) میری توجہ اپنی طرف مبذول کرائی۔ ان میں ایک دوسرے سے بڑا تھا، میں نے وہ مسواک چھوٹے کو دے دی، پھر مجھ سے کہا گیا: بڑے کو دیں تو میں نے وہ بڑے کو دی۔"

[اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے]۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی مشروب لایا گیا جس سے آپ نے کچھ نوش فرمایا۔ آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا بیٹھا تھا۔ جبکہ بائیں جانب کچھ بزرگ لوگ تھے۔ آپ ﷺ نے لڑکے سے فرمایا: "تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں اپنا پس خوردہ (بچا ہوا) ان بزرگوں کو دے دوں؟" لڑکے نے کہا: اللہ کی قسم! نہیں اللہ کے رسول ﷺ! میرا حصہ جو آپ سے مجھے ملنے والا ہے وہ میں کسی اور کو دینے والا نہیں ہوں۔ آخر کار آپ نے وہ پیالہ اسی کی ہاتھ میں تھما دیا۔

[صحیح بخاری(۴/ ۱۹) ‘ ح:۵۶۲۰]

پہلی حدیث کے بارے میں ابن بطال کا کہنا ہے:" اس حدیث میں مسواک کے سلسلے میں بڑوں کو مقدم رکھنے کا ذکر ہے، اس میں کھانا پینا، چلنا پھرنا اور بات چیت کرنا بھی شامل ہے، ابن ملھب کہتے ہیں: یہ اس صورت

میں ہو گا جب کہ لوگ ترتیب سے نہ بیٹھے ہوں اگر ترتیب سے بیٹھے ہوں تو پھر ایسی صورت میں دائیں جانب والوں کو مقدم رکھنا سنت ہے اور یہی درست بھی ہے"۔ * فتح الباری ج ۱، ص (۳۵۷) *

بات چیت میں ادب کا تقاضا یہ ہے کہ بڑوں کو چھوٹوں پر مقدم رکھا جائے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک باب اس نام سے باندھا ہے باب اکرام الکبیر، ویبدا الأکبر بالکلام والسوال۔ بخاری (۴/ ۱۱۷) اور امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن سہل اور محیصہ کی حدیث بیان کی ہے: عبد اللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہما خیبر میں آئے اور کھجوروں کے باغ میں جدا جدا ہو گئے۔ وہاں حضرت عبد اللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا۔ پھر عبد الرحمن بن سہل اور مسعود کے دونوں بیٹے حویصہ اور محیصہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ساتھی کے متعلق گفتگو کرنے لگے۔ عبد الرحمن رضی اللہ عنہ نے پہلے بات کرنا چاہی اور وہ سب سے چھوٹے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "بڑے کو بات کرنے دو۔" یحیی نے کہا: تم میں سے جو بڑا ہے وہ بات کرے۔ پھر انہوں نے اپنے ساتھی کے قتل کے متعلق بات کی ۔

اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے، حدیث کے الفاظ بخاری کے روایت کردہ ہیں۔

-یہ بھی اسلامی اخلاق میں سے ہے کہ بڑے چھوٹوں پر رحم کریں، نیز چھوٹے بھی بڑوں کا حق پہچانیں اور زیادہ عمر کی وجہ سے ان کی قدر بجالائے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا مقام نہ پہچانے"۔

[سنن ترمذی (۴/ ۲۸۴) ' ح: ۱۹۲۰]

اوپر مذکور دونوں حدیث سے یہ فائدہ مستنبط ہو رہا ہے کہ اسلامی اخلاق بڑوں کو یہ درس دیتی ہے کہ وہ خود سے چھوٹوں کے تئیں رحم و مہربانی کا معاملہ کریں تا کہ وہ ان سے مانوس ہو کر ان کی پیروی کریں، ان کی نصیحتوں پر کان دھریں، اس لئے کہ سختی و درشتی دراڑ پیدا کرتی ہے اور چھوٹے بڑوں کے درمیان دوری کو

بڑھاوا دیتی ہیں۔ چھوٹوں پر بھی ضروری ہے کہ وہ بڑوں کا احترام کریں اور گفتگو کرنے، چلنے پھرنے، کچھ دینے اور اسی طرح کی دوسری چیزوں میں بڑوں کو مقدم رکھیں۔

-یہاں کچھ اخلاقی نصیحتیں ایسی ہیں جو اولاد و والدین کے ساتھ خاص ہیں، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ ٱلْكِبَرَ أَحَدُهُمَآ أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿٢٣﴾ وَٱخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ ٱلذُّلِّ مِنَ ٱلرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ٱرْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِى صَغِيرًا ﴿٢٤﴾﴾

ترجمہ: اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات چیت کرنا۔ اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔

[سورہ اسراء ۲۳- ۲۴]

"یعنی قولی و فعلی ہر طرح سے ان پر خوب احسان کرو، اس لئے کہ وہ انسان کو دنیا میں وجود میں لانے کا سبب ہیں، نیز اولاد سے ان کو محبت ہوتی ہے وہ اولاد پر احسان کرتے ہیں اور اسے قریب رکھتے ہیں، یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ ان کا حق تاکیدی طور پر ادا کیا جائے"۔ ⁕ تیسیر الکریم الرحمن ج ۳، ص (۱۰۳) ⁕

"انہیں کوئی بری بات یہاں تک کہ افف بھی نہ کہو، اف سب سے کم درجے کی بری بات ہے"۔

⁕ تفسیر القرآن العظیم ج ۳، ص (۳۸) ⁕

﴿وَلَا تَنۡهَرۡهُمَا﴾ یعنی ان کے سامنے چیخ کر بات نہ کرو، عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں " ان کے سامنے ہاتھ نہ جھاڑو"۔

* زاد المسیر، ج ۵ ص ۱۹ ابن الجوزی *

﴿وَقُل لَّهُمَا قَوۡلٗا كَرِيمٗا﴾: "یعنی نرمی و مہربانی میں جس قدر تم بہتر پا سکو اس نرمی سے بات کرو "۔

* مرجع سابق ج ۵ ص ۱۹ *

﴿وَٱخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ ٱلذُّلِّ مِنَ ٱلرَّحۡمَةِ﴾ "یعنی ان کے سامنے جھک کر عاجزی اختیار کیا کرو، اور اس پر اجر کی امید رکھو"۔ * تیسیر الکریم الرحمن ج ۳ ص ۱۰۳ *

﴿وَقُل رَّبِّ ٱرۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرٗا ٢٤﴾ "یعنی وہ زندہ ہوں یا وفات پا گئے ہوں ہمیشہ ان کے لئے رحمت کی دعا کیا کرو، یہ بچپن میں تمہاری تربیت کرنے پر ان کے لئے جزا ہے"۔ * المرجع السابق ج ۳ ص (۱۰۴) *

تربیتی تطبیقات: - مختلف تربیتی سماجی ادارے ایسے ایمانی دروس تیار کرنے میں شرکت کرے جو کہ بندے کو رب سے قریب کریں اور گناہوں و برائیوں سے اسے دور کریں۔

- ان اسلامی توجیہات کو بیان کیا جائے جو کہ بزرگوں کے حقوق کو تحفظ فراہم کرتی ہیں، اور ان کے معاملات کے آداب کی بھی وضاحت کی جائے، نیز ان آداب کو لازم پکڑنے کی اہمیت پر زور دیا جائے۔

- سماجی ادارے کو چاہئے کہ مختلف توجیہات کے ذریعے اس مرحلہ میں پہنچے افراد کی تربیت میں شریک ہوں اور انہیں ان کی اخلاقی ذمہ داریوں کا احساس دلایا جائے جن سے غفلت برتنا ان کے لئے درست نہیں ہے

نیز یہ کہ بزرگ حضرات لڑکوں کے لئے نمونہ بھی ہوتے ہیں لہذا ان کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے، بڑوں کے لئے اسلامی توجیہات کا کام میڈیا، پروگرام، تقریر کے ذریعے ہونا چاہئے۔

خاتمہ

نشو و نما کے مراحل جن سے انسان اپنی زندگی میں گزرتا ہے ان کا بغور جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان مراحل کی کچھ خصوصیات اور علامتیں ہیں۔

اسلام نے ان مراحل کے لئے ایسی تربیتی توجیہات پیش کی ہے جو کہ ہر مرحلہ کی عمر اور اس کی خصوصیات سے میل کھاتی ہیں۔ایسا اس لئے ہے کہ کیوں کہ اسلام فطرت انسانی کے موافق دین ہے، اسلام نے فطرت انسانی کے ہر مرحلے میں ایسی رہنمائیاں پیش کی ہے جن تک جدید وسائلِ تربیت کی رسائی نہیں ہوسکی ہے بلکہ یہ وسائل ان رہنمائیوں کے قریب بھی نہیں پہنچ سکے ہیں، اخلاقی اعتبار سے دیکھیں تو اسلام نے ہر مرحلہ میں فطرت انسانی کو یوں سنوارا ہے کہ وہ اس سے میل کھاتی ہے جیسے کہ آداب اور اخلاقی فضائل کو عام کیا ہے، دوسرے پہلو سے یوں سنوارنے کا کام کیا ہے کہ اخلاقی رذائل سے بچنے کی نصیحت کی ہے جس سے فساد اور خاندانی و معاشرتی انتشار رونما ہوتا ہے، جن میں ممالکِ کفر ملوث ہیں یعنی ان کے یہاں رذائل عام ہیں، فطرت سلیمہ مسخ ہوچکی ہے، بزرگوں اور ناداروں کو حقارت سے دیکھا جاتا ہے اور آپسی معاملات کا معیار طاقت اور قوت بن گیا ہے، خواہ اقتصادی قوت ہو یا جسمانی و عقلی قوت۔انسان کی قدر و قیمت اس کی مادی یا سماجی حیثیت کی بنا پر طے ہوتی ہے۔

نشو و نما کے تجزیہ کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ مربی انسانی نشو و نما کی خصوصیات کو جسمانی، علمی اور عادات و اطوار ہر لحاظ سے سمجھ لیتا ہے جو کہ اخلاق کے ترجمان ہیں، نیز مراحل نمو کے جذباتی پہلو سے بھی وہ آگاہ ہوجاتا ہے جو کہ انسان کے تصرفات میں اثر انداز ہوتا ہے، مربی جب ان پہلوؤں کو جان لیتا ہے تو پھر وہ لوگوں کے ساتھ ان کی مختلف خصوصیات کے حساب سے معاملات کرسکتا ہے، ان کی رہنمائی کرسکتا ہے اور تربیتی کاز ادا کرسکتا ہے، بڑوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا جاتا ہے وہ بچوں اور جوانوں کے ساتھ کئے جانے والے

برتاؤ سے مختلف ہوتا ہے، ہر ایک سے اس کی سمجھ بوجھ ' اس طاقت و قوت اور قبول کرنے کی صلاحیت کے اعتبار سے معاملات کئے جاتے ہیں، آپ چھوٹوں سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ آپ کا کوئی سامان اٹھا لے یا آپ کی ضرورت میں آپ کا ہاتھ بٹا دے تاہم آپ خود سے بڑی عمر کے شخص سے ایسا کہنے میں عار محسوس کرتے ہیں، دوسرے ناحیہ سے دیکھیں تو آپ بڑوں سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ آپ کو کسی معاملے میں مشورہ دیں لیکن چھوٹی عمر والے سے اس کی کم جانکاری کی وجہ سے آپ مشورہ نہیں لیتے ہیں، اسی طرح جب آپ چھوٹوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو آپ امر کا صیغہ استعمال کرتے ہیں اور بزور کوئی بات کہتے ہیں لیکن امر کا صیغہ یا بزور کوئی بات آپ بڑوں سے گفتگو کرتے ہوئے استعمال نہیں کرتے ہیں، اپنے ہم عمر کے ساتھ آپ کبھی صیغہ امر کے ساتھ بزور کوئی بات کرتے ہیں لیکن کبھی نہیں کرتے، تو بات چیت ہر ایک کی طبیعت اور خاصیت دیکھ کر کی جاتی ہے۔

اسی لئے مراحل نمو کی خصوصیات اور تربیتی توجیہات کے کاز کے درمیان باہمی ربط پایا جاتا ہے۔

هذا والحمد لله رب العالمين والصلاة و السلام على نبينا محمد وعلى آله و صحبه أجمعين.

فہرست موضوعات

مقدمہ ____ ۲

مرحلہ رضاعت ____ ۷

اس مرحلہ کے لیے اسلامی رہنمائیاں ____ ۱۱

تربیتی تطبیقات ____ ۱۵

پرورش کا مرحلہ ____ ۱۶

اس مرحلہ کے لیے اسلامی رہنمائیاں ____ ۱۹

تربیتی تطبیقات ____ ۲۵

تمیز کا مرحلہ ____ ۲۷

اس مرحلہ کے لیے اسلامی رہنمائیاں ____ ۳۰

اخلاقی تربیت کی تطبیقات ____ ۳۵

مرحلہ بلوغت ____ ۳۸

اس مرحلہ کے لیے اسلامی رہنمائیاں ____ ۴۳

تربیتی تطبیقات ____ ۵۲

عقلمندی کا مرحلہ ____ ۵۴

اس مرحلہ کے لیے اسلامی رہنمائیاں ______ ٦١

تربیتی تطبیقات ______ ٦٦

بڑھاپے کا مرحلہ ______ ٦٨

اس مرحلہ کے لیے اسلامی رہنمائیاں ______ ۷۲

خاتمہ ______ ٨١